فہرست

پیش لفظ

میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجھ سے محبت 1

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت 6

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ونسب جاننا 6

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر جاننا 6

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت والی زندگی کی معرفت 6

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس آیت سے نبی اور کس آیت سے رسول بنے 7

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا دے کر اور کیوں بھیجے گئے تھے 8

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت 9

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب 11

قیامت کے دن دو طرح کے لوگ 11

حُسنِ اَخلاق کا وسیع مفہوم 12

محبت میں کیفیت ہو تو ایسی ہو 13

محبت انسان کا فطری جزبہ 16

محبت کا مفہوم ومطلب 17

محبت کی اقسام 18

محبت الٰہی 18

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 20

محبت اہل بیت اطہار وصحابہ کرام 22

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے محبت 25

صحابہ کرام کی عزت وتوقیر اور ان کے ساتھ حسن سلوک	25
اللہ سے ڈرنے کا مفہوم	26
نشانہ ملامت نہ بناؤ	26
صحابہ سے محبت کا مفہوم	26
اللہ کی پکڑ اور عذاب کا ذکر	27
صحابہ کی عزت وتوقیر کی اہمیت	27
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کی محبت	29
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی محبت	30
حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت	30
راتوں کو یاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	31
حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں	31
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت	32
قصواء- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی	33
قصواء اور وحی الٰہی	33
قصواء کا شرف	34
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قصواء سے محبت	35
قصواء کا غم	35
محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حنانہ کا غم	36
تاریخ منبرِ نبوی	37
منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت	38

محبت محمودہ 39
طبعی محبت 39
رحیمانہ اور تعظیمانہ محبت 39
الفت اور انس بھری محبت 39
افعال صالحہ سے محبت 40
محبت محرمہ کی پہلی صورت 41
محبت محرمہ کی دوسری صورت 41
محبت مذمومہ کی پہلی صورت 42
محبت مذمومہ کی دوسری صورت 43
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کمال ایمان ہے 43
محبت طبعی 46
محبت ایمانی 46
محبت عقلی 46
اسباب محبت 47
حسن جمال 47
شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُمّ معبد رضی اللہ عنہا کی جھونپڑی میں 55
کمال 61
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاندان کا افضل ہونا 61
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنی امت کے ہر فرد کو کامل رہنمائی کرنا 62
احسان 65
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سخاوت فروغ اسلام کا باعث 66

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق مالی معاملات میں ____ 68
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت سے محبت ____ 72
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت پر شفیق و مہربان ہونا ____ 73
امت دعوت ____ 77
امت اجابت ____ 77
اُمت محمدیہ سب سے افضل امت ____ 77
حضرت اِبراہیم علیہ السلام کا سلام اُمّتِ محمدیہ کے نام ____ 80
سلام کے جواب کا طریقہ ____ 82
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت دعوت سے محبت ____ 83
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک سے آواز کا آنا ____ 83
عبداللہ بن ابی ابن سلول کا جنازہ ____ 83
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشرق و مغرب والوں کی فکر کرنا ____ 85
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے دوگنا اجر ____ 85
ایک شخص کا مسلمان ہونا سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، غزوہ خیبر کا واقعہ ____ 86
حدیث حارث بن مسلم التمیمی ____ 88
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امت اجابت سے محبت کا انداز ____ 89
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت سے عالم دنیا میں محبت ____ 90
ساری رات ایک آیت کی تلاوت ____ 90
ایک مقبول دعا امت کے لیے ____ 93
عالم برزخ میں اپنی امت سے محبت ____ 94
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے بھائیوں سے ملاقات کی خواہش ____ 95

روزِ قیامت آپ ﷺ سے ملاقات کہاں ہوگی؟ 96
روزِ قیامت آپ ﷺ کا ممبر خالی کیوں ہوگا؟ 96
آپ ﷺ کی محبت جزء ایمان ہے 98
آپ ﷺ کی محبت کمال ایمان ہے 99
آپ ﷺ کی محبت رفاقت ایمان ہے 99
آپ ﷺ کی محبت حلاوت ایمان ہے 99
آپ ﷺ کی محبت نجات ایمان ہے 101
وسائل محبت 104
ذکرِ نبی ﷺ اور دیدار کی تمنا 105
درود وسلام 106
درود وسلام کا مقصد 110
درود وسلام کی خاص حکمت 110
کوئی بھی نشست ذکر اللہ اور ذکر نبی سے خالی نہی ہونی چاہیے 111
دنیا میں کہیں بھی درود پڑھا جائے حضور ﷺ کو پہنچتا ہے 112
درود شریف کے خاص کلمات 112
محبتِ رسول ﷺ کی کسوٹی 114
نبی ﷺ کے لباس کو کفن بنانے کی خواہش 115
رسول ﷺ اللہ کی تعظیم وتوقیر 116
تعظیم رسول ﷺ کی کہانی۔ حضرت عروہ کی زبانی 118
حضور ﷺ کی مسجد کا ادب 121
نبی ﷺ کی اتباع 124

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت اتباع سنت ____ 127
حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اتباع سنت ____ 127
حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا سنت پر عمل ____ 128
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سنت پر عمل ____ 128
آخرت میں معیت نبوی ____ 129
بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حبشہ سے سلام محبت ____ 131
آثار محبت ____ 132
حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ____ 132
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر عمدہ کھانا پینا اور خوبصورت بیویوں کو چھوڑ کر تپتے ہوئے صحراء کا سفر ____ 134
تقلید ____ 137
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ____ 137
جذبہ ____ 138
جنت کی کھجور ____ 138
اسلام کے پہلے سفیر ____ 143
میری میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ____ 145
میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات ____ 145
خاتم النبیین ____ 145
چھ خصوصیات ____ 147
آپ پر جھوٹ بولنا انتہائی سنگین جرم ____ 148
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معصوم ہونا ____ 149
قیامت کے دن کی خصوصیات ____ 151

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق کون؟ 161
محسن اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احسان فراموشی کیوں؟ 164

پروجیکٹ ہیڈ و بنیادی خاکہ ---------------- محمد عثمان عارف
تحقیق و ترتیب ---------------- محمد اسماعیل عزیز
ٹائیٹل ---------------- محمد جنید غفار
ڈیزائن ---------------- محمد کفیل
پروجیکٹ ---------------- اساس انسٹیٹیوٹ
اشاعت اول ---------------- فروری 2025ء
اشاعت دوم ---------------- اکتوبر 2025ء

سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اُس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سکھلائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اُس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اُس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوداں دے دی
سلام اُس پر ابو سفیان کو جس نے اماں دے دی
سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اُس پر ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں
سلام اُس پر وطن کے لوگ جس کو تنگ کرتے تھے
سلام اُس پر کہ گھر والے بھی جس سے جنگ کرتے تھے
سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی، نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا

سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اُس پر جو امت کے لیے راتوں کو روتا تھا

سلام اُس پر جو فرشِ خاک پر جاڑے میں سوتا تھا

سلام اُس پر جو دنیا کے لیے رحمت ہی رحمت ہے

سلام اُس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیّت ہے

سلام اُس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی

سلام اُس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی

سلام اُس پر کہ جس کا نام لے کر اُس کے شیدائی

الٹ دیتے ہیں تختِ قیصریت، اوجِ دارائی

سلام اُس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں

بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں

سلام اُس ذات پر کہ جس کے یہ پریشاں حال دیوانے

سنا سکتے ہیں اب بھی خالد و حیدر کے افسانے

درود اُس پر کہ جس کا نام تسکینِ دل و جاں ہے

درود اُس پر کہ جس کے خُلق کی تفسیر قرآں ہے
درود اُس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی
درود اُس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی
درود اُس پر کہ جس کے تذکرے ہیں پاک بازوں میں
درود اُس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں
درود اُس پر، جسے شمعِ شبستانِ ازل کہیے
درود اُس پر، ابد کی بزم کا جس کو کنول کہیے
درود اُس پر، بہارِ گلشن عالم جسے کہیے
درود اُس ذات پر فخر بنی آدم جسے کہیے
رسولِ مجتبیٰ کہیے، محمد مصطفیٰ کہیے
وہ جس کو ہادیِ 'دَعْ مَاکَدِرْ، خُذْمَا صَفَا' کہیے

مولانا مفتی مصطفی عزیز صاحب حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، وعلی آلہ وأصحابہ اجمعین۔

محبتِ رسول ﷺ ایک ایسی حقیقت ہے جو ایمان کی روح اور بندگی کی معراج ہے۔ درحقیقت، ایک مسلمان کے لیے اپنا آپ جاننا اتنا ضروری نہیں جتنا کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔

اللہ جل جلالہ نے نہ صرف اپنے محبوب ﷺ کو مبعوث فرمایا بلکہ آپ کی آمد سے پہلے ہی عرب کے ریگزاروں میں محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیج بودیے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ واقعہ فیل ہو، یا عرب میں نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد کے تذکرے، سبھی اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی محبت کو انسانوں کے دلوں میں پہلے ہی سے جاگزیں کر دیا تھا۔

محبت وہ قوت ہے جو اطاعت کو آسان بنا دیتی ہے۔ جب دل عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہو، تو بندہ اطاعت کے راستے پر استقامت کے ساتھ چلتا ہے اور اپنی منزل پالیتا ہے۔ لیکن اگر محبت کمزور ہو، تو اطاعت بسااوقات رسمی اور بے روح بن جاتی ہے، جس میں راہ سے بھٹک جانے کا اندیشہ بھی رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبتِ رسول ﷺ کو مضبوط کرنا ہر صاحبِ ایمان کے لیے لازم ہے، تاکہ اس کے دل میں عشق کی وہ حرارت پیدا ہو جائے جو اسے سیرتِ مصطفیٰ ﷺ پر چلنے کے لیے بے تاب رکھے۔

اسی جذبے کے تحت ہمارے معزز عالمِ دین مولانا اسماعیل عزیز صاحب حفظہ اللہ نے

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک نہایت خوبصورت مجموعہ ترتیب دیا ہے، جو قرآن و حدیث کی روشنی میں محبتِ مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت کو اجاگر کرتا ہے۔ بندہ ناچیز کو بھی اس مجموعے کے مطالعے کا موقع ملا اور دل گواہی دیتا ہے کہ یہ نہ صرف ایک علمی و تحقیقی کاوش ہے بلکہ اس میں مولانا موصوف کے قلبی عشقِ رسول ﷺ کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعے کو امت کے لیے نفع بخش بنائے، مولانا اسماعیل عزیز صاحب اور ان کے خاندان کو اس خدمت پر اجرِ عظیم عطا فرمائے، اور ہم سب کو بھی عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے انوارات سے منور فرمائیں۔آمین یارب العالمین !

مولانا مفتی مصطفیٰ عزیز صاحب حفظہ اللہ (مدیر سیرہ انسٹیٹیوٹ فیصل آباد)

رمضان المبارک 1446 ہجری بمطابق 4 مارچ 2025

مولانا محمد یحیٰ صاحب حفظہ اللہ

الحمدللہ! نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور أنفسنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ، ومن یضلل فلا ھادی لہ، وأشھد أن لا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریك لہ، وأشھد أن محمداً عبدہ ورسولہ، أما بعد!

اللہ رب العزت کا بے پایاں شکر ہے جس نے ہمیں دین اسلام کی دولت عطا فرمائی اور اس کی حفاظت کے لیے قرآن مجید کے بعد احادیث نبویہ کا عظیم سرمایہ محفوظ فرمایا۔ احادیثِ رسول ﷺ دین اسلام کا دوسرا بنیادی ماخذ ہیں، جن کے ذریعے قرآن کریم کی تفسیر اور عملی احکام کی وضاحت ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث نہ صرف امت مسلمہ کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ ہیں بلکہ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور تعلیمات کا آئینہ بھی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی محبت ہر مسلمان کے دل کی سب سے قیمتی متاع ہے۔ آپ ﷺ کی ذات سراپا رحمت ہے، جن کی محبت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ محبت رسول ہی وہ جوہر ہے جو ایک مومن کے دل کو ایمان کی روشنی سے منور کرتا ہے اور اسے دین کی راہ پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے امت سے جو بے مثال محبت فرمائی، اس کا اندازہ ان احادیث سے ہوتا ہے جو آپ ﷺ کی شفقت، دعاؤں اور امت کے لیے آپ کی بے قراری کو بیان کرتی ہیں۔

دورِ حاضر میں جب کہ الحاد، فکری انتشار اور دین سے دوری عام ہو رہی ہے، ایسے میں احادیث نبویہ کو عام کرنا اور صحیح احادیث کو عوام الناس تک پہنچانا انتہائی ضروری ہے۔ خوش قسمتی کی بات ہے کہ زیرِ نظر کتاب 'میرے نبی ﷺ کی مجھ سے محبت' اسی

مقصد کے تحت ترتیب دی گئی ہے، جس میں احادیث رسول ﷺ کو نہایت عرق ریزی اور محنت کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ قاری کے دل میں نہ صرف محبت رسول ﷺ کو مزید مضبوط کرے گا بلکہ اسے اپنی زندگی کو سیرت النبی ﷺ کے سانچے میں ڈھالنے کی ترغیب بھی دے گا۔

مصنف محترم محمد اسماعیل عزیز حفظہ اللہ نے اس کتاب میں نہایت جامع انداز میں احادیث کو ترتیب دیا ہے۔ ہر حدیث کی تخریج و تحقیق میں مستند مصادر و مراجع کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ احادیث کی صحت و ضعف کی وضاحت کے ساتھ ساتھ عام فہم زبان میں ان کی تشریح بھی کی گئی ہے، تاکہ عام قارئین بھی ان سے استفادہ کر سکیں۔ مصنف نے حدیث کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے انتہائی احتیاط اور تحقیق سے کام لیا ہے، جو ان کے علمی ذوق اور دینی غیرت کا مظہر ہے۔

یہ کتاب 'میرے نبی ﷺ کی مجھ سے محبت' نہ صرف علماء و طلبہ کے لیے علمی ذخیرہ ہے بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی ہدایت کا عظیم ذریعہ ہے۔ اس میں موجود احادیث زندگی کے ہر پہلو کی راہنمائی فراہم کرتی ہیں اور امت کو نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے مطابق زندگی گزارنے کی دعوت دیتی ہیں۔

یہ کتاب محض علمی تحقیق کا مجموعہ نہیں، بلکہ یہ عشقِ رسول ﷺ کی خوشبو سے معطر ایک ایسی تحریر ہے جو قاری کے قلب و روح میں نورِ محبت پیدا کرتی ہے۔ اس میں درج احادیث ہمیں یہ احساس دلاتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہم سے کس قدر محبت فرماتے تھے اور کس طرح ہماری بھلائی اور ہدایت کے لیے شب و روز فکر مند رہتے تھے۔ یہ حقیقت کہ ہمارے نبی ﷺ نے اپنی امت کے لیے بے پناہ شفقت اور خیر خواہی فرمائی، ہر مسلمان کے دل میں آپ ﷺ کی محبت کو مزید مستحکم کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنف محترم کی اس علمی و دینی کاوش کو قبول فرمائے، اسے امت مسلمہ

کے لیے نفع بخش بنائے اور ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا محمد یحیٰ صاحب (حال مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان)

8 رمضان المبارک 1446 ہجری بمطابق 9 مارچ 2025

فیصل اقبال نقشبندی مجددی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، أما بعد!

اللہ تعالیٰ نے ہم پر بے شمار احسانات فرمائے ہیں، جن میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پوری کائنات کی محبوب ترین ہستی ہے، اور کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بشریت کے تمام کمالات اعلیٰ درجے پر جمع فرمادیے ہیں۔

ہر مسلمان کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت موجود ہے، مگر یہ محبت اس درجے پر نہیں کہ وہ اتباع سنت پر مکمل طور پر آمادہ کر سکے۔ اصل محبت وہی ہوتی ہے جو اطاعت اور اتباع کے ساتھ ہو، اور یہی وہ محبت ہے جسے اجاگر کرنے کی آج کے دور میں شدید ضرورت ہے۔

اسی سلسلے میں ہمارے محترم بھائی، مولانا محمد اسماعیل عزیز صاحب (دامت برکاتہم العالیہ) نے بڑی جاں فشانی اور محنت سے سیکڑوں صفحات کا مطالعہ کیا اور خصوصاً گزشتہ چند برسوں میں سیرت النبی اور اس کے موضوعات پر اپنے تجربات، مشاہدات اور جذبات کی روشنی میں یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔ انہوں نے اس کتاب کے آخر میں چند کلمات تحریر کرنے کی گزارش کی، اور بوجہ مصروفیات میں مکمل کتاب کا مطالعہ تو نہیں کر سکا، تاہم ابتدائی تقریباً اٹھارہ صفحات اور پوری کتاب کا اجمالی جائزہ لیا۔

میرے مشاہدے کے مطابق مولانا نے نہایت سلیس اور عام فہم مگر مدلل انداز میں اپنے جذبات ہر امتی تک پہنچائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کتاب سے نفع

اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور مولانا محمد اسماعیل عزیز صاحب کے علم، عمل، عمر اور تمام دینی خدمات میں برکت عطا فرمائے۔

فیصل اقبال نقشبندی مجددی

بانی و مہتمم، جامعہ خدیجہ الکبریٰ، قاسم بیلا، ملتان، پاکستان

(10 مارچ 2025ء بمطابق 9 رمضان المبارک 1446 ہجری)

پیش لفظ

مجھے آج بھی وہ دن نہیں بھولا جب میں پہلی بار نبی کریم ﷺ کی سیرت سے روشناس ہوا۔ یہ مارچ 2022 کا مہینہ تھا، اور مجھے اس راہ پر گامزن کرنے والے میرے محبوب استاد، مولانا حماد عباسی حفظہ اللہ تھے۔ (پروجیکٹ لیڈر اتالیق ٹرینگز)

نبی ﷺ کے ساتھ ایک امتی کی وابستگی کتنی ضروری ہے، اس کا صحیح ادراک یا تو سیرت کے مطالعے سے ہوتا ہے یا قیامت کے دن ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے مجھے ایک ایسے دوست سے نوازا، جس کی روح عشقِ رسول ﷺ میں گوندھی ہوئی ہے۔ اس ہمدم نے میری نبی کریم ﷺ سے محبت کو دوآتشہ کیا اور اس کتاب کے لکھنے کا اصل محرک بنا۔ درحقیقت، یہ کتاب انہی کی محنت اور کوشش کا نتیجہ ہے۔ وہ عظیم شخصیت بھائی عثمان عارف صاحب ہیں، جن کی رہنمائی میں، میں نے ختمِ نبوت سے عشقِ رسول ﷺ تک کا سفر طے کیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں اپنے حبیب ﷺ کا عشق عطا فرمائے۔

کتاب کے لیے مواد جمع کرنے کے دن واقعی سنہرے تھے۔ ان دنوں کا ہر لمحہ نبی مکرم ﷺ کے شہر میں گزرتا اور سیرتِ مبارکہ کی کسی نہ کسی کتاب کی چھاؤں میں ضرور بیٹھتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنی خاص رحمتوں سے نوازا اور باوجود اپنی نافرمانیوں کے، اس سعادت سے بہرور فرمایا۔ ڈیڑھ سال کے عرصے میں، اللہ کی توفیق سے یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچی۔

ہم اس کتاب کو کیسے پڑھیں"

ویسے تو ہر قاری اپنی سہولت کو مد نظر رکھ کر کتاب پڑھتا ہے لیکن کچھ کتابیں ایسی

نہیں ہوتیں جن کو پڑھتے وقت سہولت کو مد نظر رکھیں۔ بلکہ اس کتاب کی عظمت اور اسکے پیغام کو مد نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے ان میں سر فہرست قرآن مجید اور حدیث مبارکہ ہیں اوراس کے بعد وہ کتابیں ہیں جن کا تعلق حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ سے ہے۔

میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس کتاب میں حضور ﷺ کی مکمل سیرت مبارکہ کو شامل کیا گیا ہے مگر کچھ ایسے عنوان ضرور ہیں جن کا تعلق براہ راست حضور خاتم النبین ﷺ کی ذات کے ساتھ ہے۔ان کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم جب ان احادیث یا سیرۃ مبارکہ کے ان پہلوں پر سے گزریں تو صرف گزر نہ جائیں بلکہ ایک لمحہ کے لیے رک جائیں اوراپنے نبی کے اپنے ساتھ تعلق کی جانچ کریں۔اوراس کیفیت کواپنے اوپر طاری کرنے کی کوشش کریں جو محب کی اپنے محبوب سے ملاقات کے وقت ہوتی ہے۔

آخر میں ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں جن کی بدولت یہ ہدیہ عقیدت آج منظرِ عام پر آرہاہے۔ بالخصوص اپنے استاد مولانا وقاص سعید صاحب (پروجیکٹ لیڈر اتالیق ٹرینگز)اور مولانا مصطفی عزیز صاحب،(مدیر سیرت انسٹیٹیوٹ اینڈ ریسرچ سینٹر، فیصل آباد) جنہوں نے ہمیں سیرتِ مبارکہ کو تمام پہلوؤں کے ساتھ مکمل طور پر سمجھنے کا موقع فراہم کیا،اور مولانازاہد حسین صاحب، جن کی شفقت ہمیشہ شاملِ حال رہی۔

سب سے بڑھ کر اپنی والدہ اور اہلیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔اگر وہ مجھے اس کام کے لیے وقت نہ دیتیں، تو یہ کتاب کبھی مکمل نہ ہو پاتی۔

آخر میں ان تمام مصنفین کا بھی شکریہ، جن کی تحریریں میرے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنیں۔اگروہ یہ گوہر پارے نہ چھوڑتے تو ہم ان سے استفادہ کیسے کرسکتے تھے !

محمد اسماعیل عزیز

13 رجب المرجب 1446 ہجری

میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجھ سے محبت

قرآن کریم کی مختلف آیات کریمہ اور متعدد احادیث شریفہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ایک مسلمان کو اللہ تعالی، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین اسلام سے بے انتہا محبت کرنی چاہیے۔ درحقیت یہ سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرے؛ مگر اس کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ کرے یا اس کے بھیجے ہوئے دین اسلام سے محبت نہ کرے، یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرے اور اللہ تعالی اور دین اسلام سے محبت نہ کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا ضروری ہے اور کمال ایمان اسی پر موقوف ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی ورسول ہونے کے ساتھ، اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ایسا انسان بنایا تھا جو کسی بھی طرح کے نقص سے پاک تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو من جانب اللہ حسن وجمال، لیاقت وکمال اور احسان ونوال کا اتنا وافر حصہ ملا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی شخص کو میسر نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا کے کامل ومکمل انسان اور افضل البشر تھے پھر آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کیوں نہ کرے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان تشریف لائے تو فرمایا'' :ان گھروں کے رہنے والے مومنوں تم پر سلامتی ہو، اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی یقیناً تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں، میری خواہش تھی کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔'' صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ؟آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' : تم میرے ساتھی ہو،اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے۔''صحابہ نے پھر عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ اپنی امت کے ان افراد کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی نہیں آئے اور وہ بعد میں آئیں گے ؟آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'': مجھے بتاؤ، اگر کسی شخص کا سفید ٹانگوں اور سفید پیشانی والا گھوڑا، سیاہ گھوڑوں میں ہو تو کیا وہ اپنے گھوڑے کو نہیں پہچانے گا؟''صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں اللہ کے رسول! ضرور پہچان لے گا،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'': پس وہ آئیں گے تو وضو کی وجہ سے ان کے ہاتھ پاؤں اور پیشانی چمکتی ہوگی جبکہ میں حوض کوثر پر ان کا پیش رو ہوں گا۔

(مشکاۃ المصابیح حدیث نمبر:298)

عن أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طُوبَى لِمَنْ رَآنِي وَآمَنَ بِي، وَطُوبَى سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَمْ يَرَنِي وَآمَنَ بِي.

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

"خوش خبری ہو اُسے جس نے مجھے دیکھا، اور سات بار خوش خبری ہو اُسے جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔"

(مسند احمد / مُسْنَدُ الْاَنْصَارِ رضی اللہ عنہم / حدیث: 22138)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، طُوبَى لِمَنْ رَآكَ وَآمَنَ بِكَ، قَالَ: " طُوبَى لِمَنْ رَآنِي وَآمَنَ بِي، ثُمَّ طُوبَى، ثُمَّ طُوبَى، ثُمَّ طُوبَى لِمَنْ آمَنَ بِي وَلَمْ يَرَنِي "، قَالَ لَهُ رَجُلٌ: وَمَا طُوبَى؟ قَالَ: " شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ مَسِيرَةُ مِئَةِ عَامٍ، ثِيَابُ أَهْلِ الْجَنَّةِ تَخْرُجُ مِنْ أَكْمَامِهَا. "

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں جنہیں آپ کی زیارت نصیب ہوئی اور وہ آپ پر ایمان لائے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (واقعی طوبیٰ) خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لائے اور طوبیٰ پھر طوبیٰ پھر طوبیٰ ہے ان لوگوں کے لئے جو مجھ پر بن دیکھے ایمان لائیں گے، اس آدمی نے پوچھا کہ "طوبیٰ" سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ یہ جنت کے ایک درخت کا نام ہے جس کی مسافت سو سال کے برابر ہے اور اہل جنت کے کپڑے اسی کی تہہ میں سے نکلیں گے۔

(مسند احمد: حدیث نمبر: 11673)

کتنے لطیف اور خوش کن انداز میں ذکر کیا ہے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستقبل میں آنے والے اپنے امتیوں کا ان احادیث میں کہ ساڑھے چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی عقیدت اور محبت کی یہ ڈور اُمت کے موجودہ اور تا قیامت آنے والے ہر فرد کا روحانی و

شعوری رشتہ اپنے عظیم مربی و محسن سے جوڑے رکھتی ہے۔ ہر کلمہ گو کا اپنے نبی پاک سرورِ کائنات محمد ﷺ سے جڑا یہ رشتہ ہی تو اسے اللہ کے نزدیک خاص الخاص بنا دیتا ہے۔

اندھیری راتوں کی تنہائیوں میں اپنے رب سے سرگوشیوں اور سسکیوں میں بھی ''امتی، امتی'' کی گردان کرنے والے سے محبت بھرا یہ رشتہ ہی تو ہے جو میرے دل میں دھڑکتا ہے، میرے خون میں گردش کرتا ہے، میری سانسوں میں مہکتا ہے، پھر کبھی محبوب کی یاد میں آنکھوں سے بہتا ہے، کبھی ملنے کی تڑپ پیدا کرتا ہے تو کبھی آنکھوں میں پیاس بن کر محبوب کے دیدار کی تمنا کر بیٹھتا ہے کہ کبھی خواب میں ہی سہی مجھے پیارے نبی ﷺ کا دیدار کرادے مولا! اس دائمی رشتے کی حساسیت ہی تو ہے کہ مسجد نبوی میں روضۂ رسول ﷺ کی سنہری جالیوں کے اُس پار سے وہ شفیق ہستی زخمی دلوں پر اپنی رحمت و شفقت کے پھاہے رکھتی میدانِ عمل میں جمے رہنے کے لیے حوصلہ فراہم کر دیتی ہے۔

اللہ رب العزت کے بعد مجھ گناہ گار سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا یہی تو رشتہ ہے جس کی محبت اور خلوص نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے طائف کی وادیوں میں خون آلود وجود اور رنجیدہ قلب کے ساتھ میرے لیے، ہم سب کے لیے عذاب کے فرشتے کی، سامنے موجودگی کے باوجود دعائے خیر مانگی۔ اہلِ طائف کے ناروا سلوک کے باوجود امید و اخلاص سے بھرپور وہ دعا کہ ان کی آئندہ نسلوں سے باایمان، ہدایت یافتہ افراد اٹھیں، کتنے دوررس مثبت اثرات رکھتی ہے کہ اسی طائف کی وادی کا نوجوان محمد بن قاسم رحمہ اللہ برصغیر میں اسلامی تہذیب کے آغاز کا باعث بن گیا۔ میرے محبوب نبی ﷺ کی وہ دعا میرے اور اس خطے میں تاقیامت آنے والے ہر ذی شعور مسلم کے لیے کیسی بارآور ثابت ہوئی۔

میں کیسے بیان کروں کہ میرے نبی ﷺ سے میرے اس لازوال رشتے کی کیا اہمیت ہے۔ قلبی کیفیات کو بیان کرنا بہت کٹھن معاملہ ہے، میں تو ایمان و اخلاص کی انتہائی پست حالت میں ہوں، مجھ بے عمل کی اوقات اس سے ماورا ہے کہ میں اس رشتے اور نسبت کا کبھی حق ادا کر سکوں۔

میں فقط خاک ہوں پر محمد سے ہے نسبت میری
یہ ایک رشتہ ہے جو میری اوقات بدل دیتا ہے

مجھے شاہِ لولاک ﷺ اپنے ماں باپ، اولاد اور ہر شے، ہر رشتے سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ بس یہی میری متاعِ کل ہے، مجھے تو یہ احساس ہی سیر نہیں ہونے دیتا کہ میرے رب نے مجھے خاتم النبیین ﷺ کا امتی بنایا۔ جس کی دعائیں اور گریہ وزاری دنیاوی فتنوں سے لے کر روزِ محشر کی ہوش ربا حاضری تک اپنی امت کی کفایت کرتی ہیں۔

اے میرے رب! تُو میدانِ حشر میں ہم سب کو پیارے نبی ﷺ کی شفاعت نصیب کرنا، ہم سے اس دنیاوی زندگی میں حُبِّ الٰہی اور حُبِّ رسول ﷺ کے تقاضے پورے کروا، پیارے نبی ﷺ آخری ادوار کے امتیوں کے لیے جو خوش خبری دے گئے ہیں ہمیں ان کا مستحق بنادے۔ بے شک نیک عمل کرنے اور بد عملی سے بچنے کی توفیق تیری ہی طرف سے ہے۔ آمین!

آپ ﷺ کی معرفت

ایک مسلمان کے لیے اپنا جاننا اتنا ضروری نہیں جتنا کہ رسول اللہ ﷺ کا جاننا ضروری ہے۔ جو شخص محمد ﷺ کو نہیں جانتا وہ اپنے ایمان و اسلام کو کیسے جان سکتا ہے۔ مومن اپنے وجودی ایمانی میں سراسر وجود پیغمبر کا محتاج ہے۔

تین ایسے بنیادی اُصول ہیں جن کا جاننا انسان پر واجب ہے، وہ یہ ہیں:

انسان کا اپنے رب کی معرفت حاصل کرنا' اور اپنے دین کی معرفت حاصل کرنا۔ اور اپنے نبی کی معرفت حاصل کرنا۔ نبی کریم ﷺ کی معرفت میں پانچ باتیں شامل ہیں:

اول: آپ ﷺ کا نام و نسب جاننا:

آپ کا نسب ہر نسب سے اعلیٰ تھا۔ کیونکہ آپ ہاشمی قرشی عربی تھے۔ نسب یوں ہے: محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔

دوم: آپ ﷺ کی عمر جاننا:

آپ کی پیدائش اور ہجرت گاہ کی معرفت حاصل کرنا۔ آپ کو تریسٹھ سال کی عمر ملی۔ آپ ﷺ کا شہر مکہ ہے' اور آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ آپ ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے اور ترپین سال تک وہاں پر رہے۔ پھر مدینہ طیبہ ہجرت کی اور دس سال تک وہاں رہے۔ اور وہیں ربیع الاول ۱۱ھ میں وفات پائی۔

سوم: آپ ﷺ کی نبوت والی زندگی کی معرفت:

جو کہ تئیس سال ہے کیونکہ جب آپ پر وحی کی گئی اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔

چہارم: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس آیت سے نبی اور کس آیت سے رسول بنے؟

آپ نبی اس وقت ہوئے جب آپ پر یہ وحی نازل ہوئی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ * خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ * اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ * عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ *

ترجمہ: اپنے رب کے نام سے پڑھیں جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو ایک جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور آپ کا رب سب سے زیادہ کرم کرنے والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (العلق: 1تا6)

اور جب اللہ تعالیٰ نے سورت مدثر کی یہ آیات نازل فرمائیں تو اس وقت سے رسالت ملی

یا ایھا المدثر * قم فانذر * وربك فكبر * وثیابك فطهر * والرجز فاهجر * ولا تمنن تستكثر * ولربك فاصبر *

ترجمہ: اے کپڑا اوڑھنے والے۔ کھڑے ہو جاؤ اور آگاہ کر دو اپنے رب کی عظمت بیان کرو۔ اپنے کپڑوں کو پاک رکھو نجاست سے دور رہو اور اس لیے نہ دو کہ زیادہ کے طالب ہو اور اپنے رب کے لیے صبر کرو۔

(المدثر: 1تا7)

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو پورا کیا۔

پنجم: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا دے کر اور کیوں بھیجے گئے تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی وہ شریعت دے کر بھیجے گئے تھے، جس عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ انہیں شرک، کفر اور جہالت کی تاریکی سے نکال کر علم، ایمان اور توحید کی روشنی میں پہنچا دیں اور وہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کی رضا حاصل کر سکیں۔ اور اس کی سزا نیز اس کے غضب سے محفوظ رہ سکیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت

مومن کے صاف اور شفاف دل میں سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر خالقِ کائنات، منعمِ حقیقی اور رب ذوالجلال کی محبت ہوتی ہے۔اس کے دل کے اس خانہ میں کسی اور کی محبت کے لیے مطلقاً کوئی جگہ اور گنجائش ہی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے ان کی سب سے بڑھ کر محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتی ہے۔ البقرہ:165

اس کے بعد مومن کے دل میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت گہرے سمندر کی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتی ہے، اور اس محبت کے مقابلہ میں مخلوق میں سے کسی بھی فرد کی محبت اور عقیدت کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور نہ مومن اس کو قابلِ التفات سمجھتا ہے۔ یہ محبت محض عشق و عقیدت کے درجہ کی نہیں بلکہ تصدیق و اذعان اور پختہ عقیدہ کی آخری حد ہے اور مدارِ ایمان اور باعثِ نجات ہے۔اس محبت کا ظاہری طور پر اظہار آپ کی صحیح فرمانبرداری اور اطاعت ہی سے ہوتا ہے، اور جس درجہ کی محبت دل میں موجزن ہوتی ہے اسی انداز کی اطاعت کا محب سے صدور ہوتا ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ، وَوَالِدِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

ترجمہ: سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ (المتوفی ۹۳ھ) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔ تم میں سے کوئی ایک شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ اور اولاد اور تمام

انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

(بخاری ج ا ص ۷۔ مسلم ج ا ص ۴۹ حدیث نمبر 169)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں آزمائشوں اور فتنوں سے محفوظ رکھے اور آخرت میں اپنی ناراضگی اور عذاب سے نجات عطا فرمائے۔ قیامت کا دن بہت سخت ہو گا اس دن ہر شخص اس فکر میں ہو گا کہ اس کے گناہ معاف ہو جائیں، اس کی نیکیاں قبول ہو جائیں، پل صراط سے عافیت سے گزر جائے، اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں مل جائے، مغفرت کا فیصلہ ہو جائے اور وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ ان کا مدار اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے سے ہے اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کو انسان کی نجات میں بہت بڑا دخل ہے جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت صحیح معنوں میں نصیب ہو گئی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت نازل ہو گی اور وہ شخص جنت داخل ہو جائے گا اور جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوئی اسے کہیں جائے پناہ نہیں ملے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک حدیث مبارک میں چند ایسے خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن کو قیامت والے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قُربت نصیب ہو گی جس کی برکت سے وہ قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ ہو جائیں گے اور چند ایسے بدنصیب لوگوں کا بھی ذکر فرمایا ہے جن سے قیامت والے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوں گے اور ان کی طرف توجہ نہیں فرمائیں گے جس کی وجہ سے وہ ذلت وخواری میں مبتلا ہو جائیں گے۔

قیامت کے دن دو طرح کے لوگ

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَیْہِقُوْنَ قَالُوا: یَا رَسُوْلَ اللہِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ فَمَا الْمُتَفَیْہِقُوْنَ؟ قَالَ: اَلْمُتَکَبِّرُوْنَ۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت والے دن میرے سب سے زیادہ محبوب اور قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے اور قیامت والے دن مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور مجھ سے دور وہ لوگ ہوں گے جن کی زبانیں بے لگام ہوں گی، لوگوں کو بے عزت اور بے آبرو کرنے والے ہوں گے اور جو غرور تکبر میں مبتلا ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ثرثارون (بدزبان) اور متشدقون (بداخلاق) کا معنی تو ہمیں معلوم ہے لیکن متفیہقون کے مرادی معنی آپ ارشاد فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد تکبر کرنے والے لوگ ہیں۔

(جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2018)

حُسنِ اَخلاق کا وسیع مفہوم:

حُسنِ اَخلاق یہ ایسا جامع اور معنویت سے لبریز لفظ ہے جو تمام احکامِ شرعیہ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ فحاشی و بے حیائی اور دیگر تمام گناہوں سے بچنا حُسنِ اَخلاق کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔

حُسنِ اخلاق کے لیے ضروری ہے کہ مخلوقِ خدا کے بارے انسان کے دل میں جذبۂ خیر خواہی موجود ہو، لوگوں سے خندہ پیشانی سے پیش آئے، اس کا کردار اچھا ہو اور

اس کی گفتار سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے میرے فرزند! اگر تم سے ہو سکے تو تم صبح و شام ایسی زندگی بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف میل نہ ہو۔اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہی میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا، وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔

اخلاق و عادات کی اصلاح اُسی وقت ممکن ہے، جب نفس کا تزکیہ یعنی صفائی کی جائے اور نفس کا تزکیہ اُسی وقت ممکن ہے، جب شریعت کی قیادت کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے۔پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی نظیر پوری کائنات میں نہیں مل سکتی۔

محبت میں کیفیت ہو تو ایسی ہو؟

محبت الٰہی و عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جزبہ انسان کے دل میں ہو تو اللہ تعالیٰ بڑی قدر دانی فرماتے ہیں۔

حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کون تھے؟ اور ان کی وفات اور دفن کا کیسا منظر تھا؟ یہ ایک بہت ہی ذوق آفریں اور لذیذ حکایت ہے۔ یہ قبیلہ مزینہ کے ایک یتیم تھے اور اپنے چچا کی پرورش میں تھے۔ جب یہ سن شعور کو پہنچے اور اسلام کا چرچا سنا تو اِن کے دل میں بت پرستی سے نفرت اور اسلام قبول کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ مگر ان کا چچا بہت ہی کٹر کافر تھا۔اس کے خوف سے یہ اسلام قبول نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد جب لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے اپنے چچا کو ترغیب دی کہ تم بھی دامن اسلام میں آجاؤ کیونکہ میں قبول اسلام کے لئے بہت ہی بے قرار ہوں۔ یہ سن کر ان کے چچا نے ان کو برہنہ کر کے گھر سے نکال دیا۔ انہوں نے اپنی والدہ سے ایک کمبل

مانگ کر اس کو دو ٹکڑے کر کے آدھے کو تہبند اور آدھے کو چادر بنالیا اور اسی لباس میں ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گئے۔ رات بھر مسجد نبوی میں ٹھہرے رہے۔ نماز فجر کے وقت جب جمالِ محمدی کے انوار سے ان کی آنکھیں منور ہوئیں تو کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کا نام دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنا نام عبدالعزیٰ بتا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ آج سے تمہارا نام عبداللہ اور لقب ذوالبجادین (دو کمبلوں والا) ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان پر بہت کرم فرماتے تھے اور یہ مسجد نبوی میں اصحاب صفہ کی جماعت کے ساتھ رہنے لگے اور نہایت بلند آواز سے ذوق و شوق کے ساتھ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔

'حضرت ادرع سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پہرہ داری کے فرائض ادا کرنے آیا تو (کہیں سے) ایک شخص کی بلند آواز سے قرات کی آواز آرہی تھی۔ اتنے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آدمی ریاکار معلوم ہوتا ہے (ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا یہ شخص ریاکار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: معاذاللہ! یہ تو عبداللہ ذوالبجادین ہے۔)

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنگ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو یہ بھی مجاہدین میں شامل ہو کر چل پڑے اور بڑے ہی ذوق و شوق اور انتہائی اشتیاق کے ساتھ درخواست کی کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعا فرمایئے کہ مجھے خدا کی راہ میں شہادت نصیب ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم کسی درخت کی چھال لاؤ۔ وہ تھوڑی سی ببول کی چھال لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے بازو پر وہ چھال باندھ دی اور دعا کی کہ اے اللہ! میں نے اس کے خون کو کفار پر حرام کر دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرا

مقصد تو شہادت ہی ہے۔ارشاد فرمایا کہ جب تم جہاد کے لئے نکلے ہو تو اگر بخار میں بھی مروگے جب بھی تم شہید ہی ہوگے۔ خدا عزوجل کی شان کہ جب حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ تبوک میں پہنچے تو بخار میں مبتلا ہو گئے اور اسی بخار میں ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے دفن کا عجیب منظر تھا کہ حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ ہاتھ میں چراغ لئے ان کی قبر کے پاس کھڑے تھے اور خود بہ نفس نفیس حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم دونوں اپنے اسلامی بھائی کی لاش کو اٹھاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے دستِ مبارک سے لحد میں سلایا اور خود ہی قبر کو کچی اینٹوں سے بند فرمایا اور پھر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ ! میں ذوالبجادین سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے دفن کا یہ منظر دیکھا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا کہ کاش ! ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی جگہ یہ میری میت ہوتی۔

محبت انسان کا فطری جزبہ:

محبت انسان کا وہ فطری جذبہ ہے جو اس کو تخلیقی طور پر بلکہ روحی طور پر ودیعت کیا گیا ہے، قاضی سلمان منصور پوری رحمہ اللہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

محبت روح انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پہلے بھی روح کے اندر پائی جاتی تھی، حدیث شریف (الارواح جنود مجندة) اس معنی کی جانب اشارہ کرتی ہے، محبت کے مدارج محبوب کے مدارج پر منحصر ہوتے ہیں، محبوب جتنا زیادہ ارفع واعلیٰ ہو گا محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع واعلیٰ ہو گا محب کو ذات وصفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہو گا اس قدر زیادہ استحکام سے اس کا اس جانب میلان ہو گا۔

شوق، محبت یا عشق ہی وہ قوت ہے جو حیات انسانی کا عظیم محرک ہے، عمل کی سب سے قوی اساس ہی منزل پر پہنچنے کا پر یقین زاد راہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَالْحُبُّ أَسَاسِي وَالشَّوْقُ مَرْكَبِي.

ترجمہ: محبت میری بنیاد ہے اور شوق میری سواری ہے۔"

اعمال کی اساس جب تک محبت پر نہ ہو گی عمل بے روح ہی رہے گا اور کسی شے کے حصول کا شوق بھی نہیں ہو گا۔

ہر عمل کی بنیاد جب عشق و محبت پر ہو گی تو پھر کوئی عمل بھی بے لذت اور بے کیف نہیں ہو گا بلکہ ہر عمل لذت سے آشنا کرے گا ہر عمل گل ہائے رنگ رنگ کے مناظر پیش کرے گا ہر عمل وصل یار کی تڑپ اور شوق کی آتش کو بڑھائے گا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے نبی کی ہم سے محبت کتنی ہے تو قرآن مجید نے ہمیں رب العالمین کا پیغام سنایا

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ

ترجمہ: (اے پیغمبر!) شاید تم اس غم میں اپنی جان ہلاک کئے جارہے ہو کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے!

(سورۃ الشعرا: 3)

محبت کا مفہوم و مطلب:

علامہ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

'محبت کی اصل یہ ہے کہ (دل) کسی ایسی چیز کی طرف مائل ہو جو مرغوب و پسندیدہ ہو۔ پھر (دل کا) میلان کبھی ایسی چیز کی طرف ہوتا ہے جس میں انسان لذّت محسوس کرتا ہو اور اسے حسین سمجھتا ہو، جیسے حسن صورت اور کھانا وغیرہ اور (دل کا) میلان کبھی ایسی چیز کی طرف ہوتا ہے جس کی لذّت باطنی وجوہ کی بنا پر اپنی عقل سے معلوم کرتا ہو، جیسے صلحا، علما اور اہل فضل کی مطلق محبت اور کبھی دل کا میلان کسی کی طرف اس کے احسان اور اس سے کسی تکلیف دہ اور ناپسندیدہ چیزیں دور کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔''

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ۲/۱۴۲)

علامہ عینی رحمہ اللہ (۱۳۶۱-۱۴۵۱ء) فرماتے ہیں: ''دل کا تعلق اور میلان کسی چیز کی طرف ہونا، اس تصور سے کہ اس میں کوئی کمال اور خوبی و عمدگی ہے، اس طرح کہ وہ شخص اپنے رجحان اور آرزو و خواہش کا اظہار اس چیز میں کرے جو اس کو اس سے قریب کردے۔'' (عمدۃ القاری ۱/۱۴۲)

محبت کی اقسام

بنیادی طور پر محبت کی چار اقسام ہیں ان میں سے دو مثبت پہلو رکھتی ہیں جبکہ دو منفی پہلو۔

وہ درج ذیل ہیں:

1. محبت واجبہ
2. محبت محمودہ
3. محبت محرمہ
4. محبت مذمومہ

1. محبت واجبہ

محبت واجبہ میں پہلا درجہ اللہ رب العزت کی محبت کا ہے اس کے بعد ان مقدس ہستیوں سے محبت واجب ہے جو باری تعالی کی محبت اور قربت کا باعث بنتی ہیں۔اس کی درج ذیل اقسام ہیں۔

❖ محبت الٰہی

اللہ رب العزت کی محبت دین اسلام کی اصل ہے۔اس کے کمال سے دین کو کمال ملتاہے اور اس میں کمی سے دین میں نقص پیدا ہوتا ہے۔ایمان والوں کی اللہ رب العزت سے کیسی محبت ہوتی ہے اس پر ارشاد باری تعالی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ ہر ایک سے بڑھ کر اللہ سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے ہیں۔

(سورہ البقرہ:165)

ایمان والوں میں سے جو لوگ اللہ رب ذوالجلال کی محبت کو ٹھکرا دیتے ہیں اوراحکام الٰہی سے رخ پھیر لیتے ہیں اُن کو ان الفاظ میں تنبیہ کی گئی۔

یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا مَنْ یَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِینِهِ فَسَوْفَ یَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّونَهُ

ترجمہ: اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ (ان کی جگہ) ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ (خود) محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

(سورہ المائدہ:54)

یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خصوصاً حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنی دعا میں اللہ تعالی کی محبت، اس سے محبت کرنے والے اولیاء و صالحین کی محبت اوراس کی محبت کے حصول میں معاون عمل صالح کو طلب کیا کرتے تھے۔

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوُدَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ، اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ". قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ دَاوُدَ يُحَدِّثُ عَنْهُ، قَالَ: "كَانَ أَعْبَدَ الْبَشَرِ".

ترجمہ: ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" : داود علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی: اللهم إنی أسألك حبك وحب من يحبك والعمل الذی يبلغنی حبك اللهم اجعل حبك أحب إلی من نفسی وأهلی ومن الماء البارد "اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں، اور میں اس

شخص کی بھی تجھ سے محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اور ایسا عمل چاہتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے، اے اللہ! تو اپنی محبت کو مجھے میری جان اور میرے گھر والوں سے زیادہ محبوب بنادے، اے اللہ! اپنی محبت کو ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ کر دے)" راوی (کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب داود علیہ السلام کا ذکر کرتے تو ان کے بارے میں بتاتے ہوئے کہتے: وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ (حدیث نمبر 3490 : جامع ترمذی)

قرآن وسنت پر مشتمل دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں ہر لمحہ اللہ رب العزت کی محبت کو طلب کرتے رہنا چاہیے اور اس پر استقامت رکھنی چاہیے۔

❖ محبت رسول اللہ ﷺ:

اللہ رب العزت کی محبت کی طرح محبت رسول اللہ ﷺ بھی واجبات دین میں سے ہے۔ کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے اپنے والدین، اولاد، رشتہ دار، عزیز واقارب، تمام لوگ حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ حضور ﷺ سے محبت نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

ترجمہ: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اُس کے والد (یعنی والدین)، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(مسلم حدیث نمبر 169)

حضرت عبداللہ بن ہشام ﷺ سے مروی ہے:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ، وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ: لَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِنَّهُ الآنَ، وَاللَّهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ: الآنَ يَا عُمَرُ۔

ترجمہ: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نے فرمایا: نہیں، قسم ہے اس

ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جب تک میں تمہیں اپنی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں (تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ رب العزت کی قسم! اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔ (حدیث نمبر: 6632 بَابُ كَيْفَ كَانَتْ يَمِينُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صحیح بخاری)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا اس لئے واجب کر دیا گیا ہے کہ اس کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ ہو تو ان کے نقش قدم کی پیروی آخر کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟ یہ محبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں اور ہم ان کے امتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہماری اپنی جان سے زیادہ عزیز ہونا چاہیئے۔ سورہ احزاب میں ہے:

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ

ترجمہ: ''نبی (ﷺ) کی ذات اہل ایمان کے لئے ان کی جانوں سے بھی مقدم ہے۔ (الاحزاب:٦)

محبت الٰہی اور محبت رسول بندے کی شفاعت کرنے والی بھی ہے

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ "أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللَّهِ، وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا، وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ، فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا، فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اللَّهُمَّ الْعَنْهُ، مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللَّهِ، مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ."

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص، جس کا نام عبداللہ تھا اور (حمار) کے لقب سے پکارے جاتے تھے، وہ نبی ﷺ کو ہنساتے تھے اور نبی کریم ﷺ نے انہیں شراب پینے پر مارا تھا تو انہیں ایک دن لایا گیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے حکم دیا اور انہیں مارا گیا۔ حاضرین میں ایک صاحب نے کہا: اللہ اس پر لعنت کرے! کتنی مرتبہ کہا جا چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو واللہ میں نے اس کے متعلق یہی جانا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

محبت اہل بیت اطہار و صحابہ کرام:

اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام سے محبت کرنا بھی واجبات دین میں سے ہے۔ اس

کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول کریم ﷺ کی محبت کا تقاضا ہے کہ اُن سے وابستہ اُن کے اطاعت شعاروں، وفا شعاروں اور محبوں سے بھی محبت کی جائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی کئی احادیث مبارکہ میں اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام سے محبت کی ترغیب اور حکم دیا ہے۔

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ قُرَيْشًا إِذَا لَقِيَ بَعْضُهَا بَعْضًا لَقُوهُمْ بِبِشْرٍ حَسَنٍ، وَإِذَا لَقُونَا لَقُونَا بِوُجُوهٍ لَا نَعْرِفُهَا، قَالَ: فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِيدًا، وَقَالَ: " وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيمَانُ حَتَّى يُحِبَّكُمْ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ."

ترجمہ: سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! قریش کے لوگ جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو بڑے ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ ملتے ہیں، اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اجنبیوں کی طرح؟ اس پر نبی ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: "اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت نہ کرنے لگے۔ (مسند احمد: 1772)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحِبُّوا اللهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهِ، وأَحِبُّونِي بِحُبِّ الله، وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اُن نعمتوں کی وجہ سے جو اُس نے تمھیں عطا

فرمائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب مجھ سے محبت کرو، اور میرے اہل بیت سے میری خاطر محبت کرو۔ (جامع ترمذی، رقم 3789)

اِس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے حافظ ابن قیم (وفات: ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

وكلّ محبَّة وتعظيم للبشر، فإنّما تجوز تبعاً لمحبة الله وتعظيمه كمحبة رسوله وتعظيمه، فإنّها من تمام محبّة مرسله وتعظيمه، فإن أمته يحبونه لحبّ الله له ويعظّمونه ويجلّونه لإجلال الله له، فهي محبَّة لله من مُوجبات محبّة الله وكذلك محبّة أهل العلم والإيمان ومحبة الصّحابة رضي الله عنهم وإجلالهم تابعٌ لمحبة الله ورسوله لهم. والمقصود أن النَّبي صلى الله عليه وسلم ألقى الله سبحانه وتعالى عليه منه المهابة والمحبة. ولكلّ مؤمن مخلص حظّ من ذلك.

ترجمہ: انسان کی ہر محبت و تعظیم اللہ کی محبت و تعظیم کے تابع ہو گی۔ مثلاً نبی ﷺ کی محبت اور تعظیم در حقیقت آپ کو مبعوث کرنے والے پروردگار سے محبت کی بنا پر ہے۔ لہٰذا امت کے افراد جو آپ سے محبت رکھتے، وہ اللہ ہی کی وجہ سے محبت رکھتے، اور آپ کی جو قدر و منزلت کرتے، وہ اللہ کی محبت اور اُس کی عظمت ہی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اہل علم وایمان اور صحابہ سے محبت کا سبب بھی یہی ہے۔ یہ سب اللہ اور رسول کی محبت کے تابع ہے۔ غرض، اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اپنی عظمت و محبت کا ایک بڑا حصہ عنایت کیا ہے۔ نیز ہر سچے اور مخلص مومن کو بھی اِس میں سے ایک حصہ عطا فرمایا گیا ہے۔"

(جلاء الافہام فی فضل الصلاۃ والسلام ۱۸۷)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ سے محبت:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهَ اللَّهَ فِي أَصْحَابِي، اللَّهَ اللَّهَ فِي أَصْحَابِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ، وَمَنْ آذَى اللَّهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ

ترجمہ: عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”: اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملہ میں، اور میرے بعد انہیں ہدف ملامت نہ بنانا، جو ان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، جس نے انہیں ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ وہ اسے اپنی گرفت میں لے لے“۔ (باب فِيمَنْ سَبَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حدیث نمبر 3862: سنن ترمذی)

صحابہ کرام کی عزت و توقیر اور ان کے ساتھ حسن سلوک:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے حوالے سے جو ارشاد فرمایا، اس میں اللہ سے ڈرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہ الفاظ، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید و مبالغہ کے طور پر دو بار ارشاد فرمائے، نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ صحابہ کرام کی عزت

اور توقیر کی جائے، ان کی عظمت کو ہر حالت میں ملحوظ رکھا جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ترین اور بلند ترین مقام پر فائز لوگ تھے۔

اللہ سے ڈرنے کا مفہوم:

"اللہ سے ڈرو" کا مفہوم یہ ہے کہ ہمیں صحابہ کرام کی عزت نفس کا احترام کرنا ہے، ان کی عظمت کے خلاف کوئی بات زبان پر نہیں لانی۔ ان کی عیب جوئی اور نکتہ چینی سے پرہیز کرنا ہے۔ جو شخص اپنے قول یا عمل سے صحابہ کی بے عزتی کرتا ہے، وہ دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکریم کو نقصان پہنچاتا ہے۔ صحابہ کرام کا مرتبہ ایک بلند مقام ہے، اور ان کی عزت و عظمت کا لحاظ رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔

نشانہ ملامت نہ بناؤ:

اس ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ صحابہ کرام کی جانب کسی بھی قسم کی بدگوئی یا نکتہ چینی نہ کی جائے۔ ان کی عظمت کے منافی کوئی بات زبان سے نہ نکالی جائے۔ ہم سب پر یہ فرض ہے کہ ہم ان کی عزت کی حفاظت کریں اور ان کے خلاف کوئی بات نہ کریں، چاہے وہ کسی بھی صورت میں ہو۔ اس ارشاد کا مقصد صحابہ کے مقام کا احترام کرنا ہے۔

صحابہ سے محبت کا مفہوم:

"میرے صحابہ کو دوست رکھنے والا مجھ کو دوست رکھنے والا ہے" کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص صحابہ کرام کو محبت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے، وہ دراصل رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص صحابہ سے دشمنی کرتا ہے، وہ دراصل رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کر رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

صحابہ کی عزت و توقیر کے ساتھ ساتھ ہم اپنے ایمان اور محبت کو بھی ثابت کرتے ہیں۔ جو شخص صحابہ کو برا کہے، وہ اپنے عمل سے اللہ کی رضا اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی مخالفت کرتا ہے۔

اللہ کی پکڑ اور عذاب کا ذکر:

"جب اللہ اس کو پکڑے گا" کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے عمل یا جذبہ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء پہنچانے کی کوشش کرے گا، وہ اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکے گا۔ آخرت میں اس کا حساب ہو گا، اور دنیا میں بھی وہ عذاب کا سامنا کر سکتا ہے۔ اس حوالے سے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں، اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (الاحزاب:57)

یعنی جو شخص بغیر کسی حق کے ایمان والوں کو ایذاء پہنچاتا ہے، وہ بہتان اور گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی سزا یقینی ہے۔ اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور اہل ایمان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کی عزت اور احترام کرنا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا حصہ ہے۔

صحابہ کی عزت و توقیر کی اہمیت:

یہ حدیث ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ محبت اور احترام کے ذریعے ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا حق ادا کرتے ہیں۔ ان کی عزت نفس کی

حفاظت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ایمان کا حصہ ہے۔ اس کے برعکس، اگر ہم ان کے بارے میں کسی بھی قسم کی بدگوئی یا نکتہ چینی کرتے ہیں، تو ہم اللہ کی رضا کے خلاف عمل کر رہے ہوتے ہیں، جو کہ گناہ ہے۔

آخر کار، یہ حدیث ہمیں یہ بتاتی ہے کہ صحابہ کرام کی عزت و احترام نہ صرف ہمارے ایمان کا حصہ ہے بلکہ یہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں بڑھاتا ہے۔ صحابہ کرام کو دشمن بنانے کا مطلب دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرنا ہے، اور اس کی سزا دنیا اور آخرت دونوں جگہ ملے گی

نبی کریم ﷺ سے صحابہ کی محبت:

حضرت ابو السائب بنی عبد الاشہل کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک بھائی بھی جنگ احد میں شریک ہوئے اور وہاں سے زخمی حالت میں واپس لوٹے۔ جب نبی کریم ﷺ کی منادی نے دوبارہ دشمنوں کے تعاقب میں نکلنے کا اعلان کیا تو ہم دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے سے کہا:

ہم زخمی بھی ہیں اور ہمارے پاس کوئی سواری بھی نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اس غزوہ میں شریک نہ ہو سکیں، چنانچہ شدید زخمی حالت میں ہی ہم آپ ﷺ کے ہمراہ نکل پڑے۔ میں اپنے بھائی کے مقابلہ میں ذرا کم زخمی تھا۔ چنانچہ جب وہ چلنے سے عاجز ہو جاتا تو میں اسے اپنی پیٹھ پر سوار کر لیتا اور کبھی وہ خود چلنے لگتے۔ اسی طرح ہم بھی اس جگہ پہنچ گئے جہاں دوسرے مسلمان پہنچے ہوئے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نکلے اور مدینہ منورہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد کے مقام پر، پیر منگل اور بدھ تین دن تک قیام فرمایا اور پھر واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر (3/98)

اللہ تعالٰی نے صحابہ کرام کے اس طرز عمل پر قرآن مقدس میں ان کی تعریف فرمائی ہے ارشاد ہے:

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ.

ترجمہ: جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا بعد اس کے کہ پہنچ چکے تھے ان کو زخم جو ان میں نیک ہیں اور پرہیزگار، ان کو بڑا ثواب ہے۔

(لن تنالوا البر (81) سورہ آل عمران)

❖ نبی کریم ﷺ سے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی محبت:

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو ایک کمان ہدیہ میں ملی تھی۔ احد کے دن نبی کریم ﷺ نے وہ کمان مجھے عطاء فرمائی اور میں نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑا ہو کر تیر اندازی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ کمان ٹوٹ گئی لیکن میں اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہلا اور نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کے سامنے کھڑا رہا۔ جب بھی کوئی تیر نبی کریم ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف آتا تو میں آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کو بچانے کے لیے اپنا چہرہ آگے کر دیتا۔

آخری تیر جو آپ ﷺ کی طرف آیا وہ میری آنکھ میں لگا اور میری آنکھ کا ڈھیلا میرے گال پر آپڑا۔ میں اپنے ڈھیلے کو ہاتھ میں پکڑے ہوئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں گیا۔ جب آپ ﷺ نے میری ہتھیلی کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ ! قتادہ نے اپنے چہرے کے ذریعے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے، پس اس کی آنکھوں کو خوبصورت بنا اور اس کی بینائی کو پہلے سے بھی بڑھا دے" چنانچہ آپ کی آنکھیں بہت خوبصورت ہو گئیں اور بہت تیز ہو گئی۔ (حیاۃ الصحابۃ (2/115)

❖ حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ کے ساتھ محبت

جنگ احد میں حضرت شماس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے اور اسلام کے دفاع کے لیے لڑ رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ جس طرف بھی نظر دوڑاتے تو دیکھتے کہ حضرت شماس رضی اللہ عنہ ان کی حفاظت کے لیے دشمنوں سے لڑ رہے ہیں اور خود کو نبی کریم ﷺ کے لیے ڈھال بنائے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد (3/245).

❖ راتوں کو یادِ رسول ﷺ:

عبدہ بنت خالد بن معدان سے مروی ہے، آپ کہتی ہیں کہ میرے باپ خالد اس وقت تک بستر پر آرام نہیں کرتے تھے جب تک وہ حضور ﷺ اور آپ صلی علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جی بھر کر یاد نہیں کر لیا کرتے تھے۔ آپ مہاجرین وانصار کے نام لے کر یاد کرتے تھے۔ وہ فرماتے ھمہ اھلی وفخری وہ میرے اہل خانہ اور میرا سارا ناز ان پاک لوگوں پر ہے، انہیں کے دیدار کے لیے میرا دل تڑپتا ہے اور میرا شوق بڑھتا ہے، آپ یہ دعا مانگتے "فعجل رب قبضی الیك" یا اللہ مجھے جلدی اپنے پاس بلالے تاکہ میں محبین مصطفی ﷺ کا دیدار کر سکوں، یہی کہتے کہتے ان پر نیند غالب آجاتی اور وہ سو جاتے۔

❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں:

زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں نکلے تاکہ لوگوں کی پاسبانی کریں۔ ایک گھر میں چراغ دیکھا، وہاں ایک بوڑھی عورت اون دھن رہی تھی اور یہ پڑھ رہی تھی:

علی محمد صلوۃ الابرار

صلی علیہ الطیبون الاخیار

قد کنت قواماً بکاء بالاسحار

یالیت شعری والمنایا اطوار

ھل یجمعنی وحبیبی الدار

نیک اور پاک لوگوں کا درود وسلام حضور ﷺ پر ہو، پاک لوگ اور نیک لوگ اللہ کے محبوب پر درود شریف بھیجتے ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ ساری رات عبادت

الہی میں کھڑے ہونے والے اور سحری کے وقت گریہ وزاری کرنے والے تھے۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ موتیں کسی طرح مختلف ہوتی ہیں۔ کیا کوئی ایسا وقت آئے گا کہ میں اور میرا محبوب ایک مکان میں جمع ہونگے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس عورت کے شعر سن کر بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر اس خاتون کے خیمہ کے دروازے پر گئے تین مرتبہ السلام علیکم کہہ کر دعا دینے کے بعد کہا، بہن! یہ بول مجھے دوبارہ سناؤ۔ اس نے غم واندوہ کے اندر ڈوبی ہوئی آواز میں مذکورہ اشعار دوبارہ سنائے، تو حضرت عمر پھر رونے لگے۔ اور اس سے کہا: "وعمر لا تنسینه یرحمك الله" (اور عمر کو بھی نہ بھولنا اللہ تیرے اوپر رحم فرمائے) تو اس عورت نے (فی البدیهه یہ مصر) کہا: "وعمر فاغفر له یا غفار" (اے بخشنے والے اور عمر کی بھی بخشش فرما)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت

اسی طرح خادم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس بن مالک کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا والہانہ اور قلبی تعلق تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی کوئی رات ایسی نہ گزرتی تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نہ کرتے ہوں۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

"ما من لیلة الا و انا اری فیها حبیبی ثم یبکی

ترجمہ: کوئی رات نہیں گزرتی مگر یہ کہ میں اس میں اپنے محبوب کی زیارت کرتا ہوں پھر یاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فراق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رونا شروع کر دیتے۔

❖ قصواء

میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی:

قصواء نبی کریم ﷺ کی خاص اونٹنی تھی۔ قصواء قبیلہ بنی قشیر کی چراگاہوں میں پیدا ہوئی۔ اس کی رنگت سرخی مائل تھی۔ جب قصواء چار سال کی ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے بنی قشیر سے ۸۰۰ درہم کے عوض خرید لیا۔

یہ اونٹنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے چار سال قبل خریدی تھی اور ہجرت کے سفر پر روانہ ہوتے ہوئے انھوں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے پوری قیمت دے کر خرید لیا، اس کے بعد یہ آپ کی وفات تک آپ کے پاس رہی۔

قصواء اور وحی الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے قصواء کو وہ قوت عطا کی تھی کہ وہ وحی کا بار برداشت کر سکے۔ علمائے کرام کہتے ہیں کہ یہ واحد سواری تھی جو وحی کا بار برداشت کر سکتی تھی۔ آپ ﷺ اس پر سوار ہوتے اور اچانک آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہو جاتا۔ وحی کے نزول کے وقت آپ ﷺ کا جسم اپنے وزن سے کئی گنا بھاری ہو جاتا، یہاں تک کہ اس کی تاثیر ارد گرد کی چیزوں پر بھی ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے اور اچانک آپ پر وحی کا نزول شروع ہو جاتا۔ اس کا اتنا بوجھ ہوتا کہ ہمیں ایسا معلوم ہوتا کہ قصواء کی ہڈیاں چٹخ جائیں گی۔ وحی کے بوجھ کا اندازہ لگانے کے لیے ایک اور روایت پیش خدمت ہے۔ ایک مرتبہ آپ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ران پر سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے کہ اچانک وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم، قرآن کے بوجھ سے قریب تھا کہ میری ران کی ہڈی

ٹوٹ جاتی۔ میں سمجھا کہ آج کے بعد میں اپنے پیروں پر نہیں چل سکوں گا۔

قصواء کا شرف:

قصواء کو یہ شرف حاصل ہے کہ اسے ہجرت سے علاوہ پانچ اہم مواقع میں شرکت نصیب ہوئی۔ رسولِ اکرم ﷺ غزوۂ بدر کے لیے اسی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ صلح حدیبیہ، عمرہ قضا، فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے سفر میں بھی قصواء شریک تھی۔

فتح مکہ کے موقعے پر رسولِ اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ تواضع اور انکساری سے آپ کا سر جھکا ہوا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اس قدر سر جھکا لیا کہ سر اقدس قصواء کے کوہان سے لگ رہا تھا۔ جب آپ مسجد الحرام میں فاتح بن کر داخل ہوئے تب بھی آپ قصواء پر سوار تھے۔ اس وقت بیت اللہ کے گرد ۳۶۰ بت تھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں کمان تھی۔ آپؐ کمان سے بتوں کو مارتے اور فرماتے: ''حق آگیا اور باطل مٹ گیا، باطل جانے والی چیز ہے''۔ آپ کی ٹھوکر سے بت اوندھے منہ گر پڑتے۔ آپ نے قصواء پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف فرمایا۔

آپ ﷺ جب کسی صحابی کو کسی اہم مہم کے لیے اپنا سفیر بنا کر روانہ کرتے تو اسے قصواء پر بھیجتے تھے۔ ذوالقعدہ ۹ ہجری کو نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ قافلے کی روانگی کے بعد سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات نازل ہوتی ہیں جن میں مشرکین سے کیے گئے عہد و پیمان کو برابری کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس حکم کے آجانے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تاکہ وہ آپ کی جانب سے اعلان کر دیں۔ خون اور مال کے عہد و پیمان میں عربوں کا دستور تھا کہ آدمی یا تو خود اعلان کرے یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے اعلان کروائے۔ خاندان سے باہر کے کسی آدمی کا کیا ہوا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ آپ

ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قصواء پر سوار کیا اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کیا۔

حضور ﷺ کو قصواء سے محبت:

رسولِ اکرم ﷺ کو قصواء اس قدر محبوب تھی کہ اسے دیگر اُونٹنیوں کی طرح کھونٹے سے باندھ کر نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ اسے کھلا چھوڑا جاتا تھا۔ قصواء کا دائمی مسکن جنت البقیع کے قریب ایک چراگاہ تھی۔ قصواء وہاں قرب و جوار کی جھاڑیوں سے چرتی تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ قصواء کو پیار سے کبھی 'جدعاء'، بھی کہہ کر بلاتے۔ کبھی 'قضباء' اور کبھی 'عصباء' کہتے۔ گویا یہ سب قصواء کے نام ہیں۔ قصواء کو اُونٹوں کے دوڑ کے مقابلوں میں بھی کبھی کبھار شریک کرایا جاتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ کہتے ہیں: ''جب کبھی قصواء کو اُونٹوں کے مقابلوں میں شریک کروایا گیا تو قصواء دوڑ میں ہمیشہ بازی لے گئی''۔

قصواء کا غم:

قصواء رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں گیارہ سال رہی۔ آپ ﷺ کی وفات جہاں تمام صحابہ کرام کے لیے عظیم صدمہ تھا وہاں قصواء کے لیے بھی یہ سانحہ کسی مصیبت سے کم نہ تھا۔ صحابہ کرام اس صدمہ سے نکل آئے مگر قصواء کو حضور ﷺ کی جدائی برداشت نہ ہو سکی۔ شدتِ غم سے خود اپنا بوجھ اٹھانے کے قابل نہ رہی۔ قصواء نے کھانا پینا ترک کر دیا۔ آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے رہتے تھے یہاں تک کہ صحابہ کرام نے اس کی حالت پر رحم کھاتے ہوئے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد قصواء پر کوئی سوار نہ ہوا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ایک سال بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ قصواء اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔

محبت رسول ﷺ میں حنانہ کا غم:

درختوں میں سب سے خوش نصیب درخت ''حنانہ'' ہے، جس کا ذکر بخاری شریف میں اجمالاً اور دیگر کئی کتب احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے لیے ایک صحابیہ نے لکڑی کا منبر بنا کر مسجد نبوی ﷺ میں رکھ دیا۔ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے اس پر رونق افروز ہوئے تو خشک درخت کا بنا ہوا وہ ستون، جس سے ٹیک لگا کر آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تھے، بلک بلک کر رونے لگا۔

اس کے نالہ وشیون میں اتنا درد تھا کہ مجلس میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آبدیدہ ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے جب ستون کی بے قراری ملاحظہ فرمائی تو خطبہ موخر فرما کر اس ستون کے پاس آئے اور اسے سینے سے لپٹا لیا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا'' یہ میری جدائی میں گریہ کناں ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں اسے سینے سے لپٹا کر دلاسا نہ دیتا تو یہ قیامت تک اسی طرح میری جدائی کے غم میں روتا رہتا۔

حضور اکرم ﷺ نے پھر لکڑی کے اس تنے سے پوچھا'' کیا تو پسند کرتا ہے کہ میں تجھے واپس اسی باغ میں اگا دوں جہاں سے تجھے کاٹا گیا ہے۔ وہاں تجھے ہرا بھرا کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ قیامت تک مشرق و مغرب سے آنے والے اللہ کے دوست حجاج کرام تیرا پھل کھائیں؟

اس نے عرض کیا: ''اے پیکرِ رحمت میں تو آپ ﷺ کے لمحاتی جدائی برداشت نہ کر سکا، قیامت تک کی تنہائی کیسے برداشت کروں گا؟

آپ ﷺ نے پوچھا'' کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھے جنت میں سرسبز و شاداب درخت بنا کر اگا دوں اور تو جنت کی بہاروں کے مزے لوٹے؟

ستون حنانہ نے یہ انعام قبول کرلیا۔ چنانچہ اسے منبر اقدس کے قریب زمین میں

دفن کر دیا گیا۔ تدفین کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اس نے دارِ فنا پر دارِ بقا کو ترجیح دی ہے۔ (بخاری:2095 سنن دارمی:32)۔

❖ تاریخ منبرِ نبوی

منبر 8 ہجری میں بنایا گیا، اس کی لکڑی جھاؤ کی اور تین سیڑھیاں تھیں، یہ مصلیٰ نبوی کے دائیں جانب تھا، اور اس کی لمبائی تین ہاتھ ایک بالشت تین انگلی تھی۔

(عمدۃ القاری، زاد المعاد)

نبی کریم ﷺ تیسری سیڑھی پر تشریف فرماتے تھے اور پاؤں مبارک دوسری سیڑھی پر رکھتے تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جب زمانہ آیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دوسری سیڑھی پر بیٹھتے اور پاؤں پہلی سیڑھی پر رکھتے تھے (ادباً آپ ﷺ کے مقام پر نہیں بیٹھتے تھے) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جب زمانہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلی سیڑھی پر بیٹھتے تھے اور پاؤں زمین پر رکھتے، اور خطبہ کے وقت پہلی سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے (دوسری سیڑھی کو ادباً چھوڑ دیتے تھے)۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو کچھ عرصہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح پہلی سیڑھی پر بیٹھتے اور خطبہ کے وقت اسی سیڑھی پر کھڑے ہوتے رہے، پھر انھوں نے منبر کے نیچے ایک سیڑھی کا اضافہ کیا اور اسی پر بیٹھتے تھے اور تینوں سیڑھیوں کو ادباً چھوڑ دیتے تھے۔ (کشف الغمہ)

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ میں حج کو آئے تو انھوں نے منبر کی سیڑھیوں میں اضافہ کر دیا۔ لیکن اصل منبر نبوی کو اضافہ کے اوپر ہی رکھا گیا اس طرح بیٹھنے والی جگہ سمیت منبر کی نو سیڑھیاں بن گئیں۔

خلفاء ساتویں سیڑھی پر بیٹھتے تھے جو اصل منبر نبوی کی پہلی سیڑھی تھی۔ (جہاں

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیٹھتے تھے) پھر منبر اسی حالت میں رہا حتیٰ کہ 654ھ (1256ء) میں مسجد نبوی میں آگ لگنے کے واقعہ میں منبر جل گیا اور امت اس کی برکات سے محروم ہو گئی۔

انتباہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس منبر پر خطبہ دیا کرتے تھے، جس کا ذکر حدیث پاک میں ہے، موجودہ منبر وہ منبر نہیں جس کی زیارت کی جاتی ہے، لہٰذا جو لوگ اس منبر کو بوسہ لینے اور چھو کر برکت حاصل کرتے ہیں، اس کی اہمیت نہیں۔

اس کی جگہ یمن کے بادشاہ ملک مظفر کا بنا منبر رکھا گیا۔ منبر کی تبدیلی کئی دفعہ ہوئی۔ آخری منبر سلطان مراد ثالث عثمانی 998ھ میں بطور تحفہ بھیجا جو انتہائی خوبصورت اور کاریگری کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ منبر اب بھی مسجد نبوی میں موجود ہے۔

(تاریخ مسجد نبوی شریف، محمد الیاس عبدالغنی)

❖ منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے گھر اور منبر کا درمیانی ٹکڑا جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور (قیامت کے دن) میرا منبر حوض (کوثر) پر ہوگا۔ (بخاری، مسلم)

منبر کے عظیم المرتبت ہونے پر یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اس کے پاس کھڑا ہو کر جھوٹ بولے گا اسے سخت ترین عذاب ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر کے پاس قسم اُٹھانے کو جائز رکھا ہے مگر اس مقدس جگہ جھوٹ بولنے پر سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے کہ: ''جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے گا، خواہ وہ قسم ایک تازہ مسواک ہی کے بارے میں

ہو، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ میں بنائے گا (یا فرمایا) اس کے لیے جہنم میں جانا لازم ہو جائے گا۔''

2. محبت محمودہ:

محبت کی دوسری قسم محمودہ ہے۔ یہ ایسی محبت ہے جس کے قابل تعریف ہونے پر شریعت سے دلائل میسر ہیں یا انسان کی طبیعت فطرتاً اُن کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اس کی درج ذیل قسمیں بنتی ہیں:

❖ طبعی محبت

بعض اوقات انسان کی طبیعت میں کسی چیز کی رغبت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً بھوکے کو کھانے کی محبت، پیاسے کے لئے پانی کی محبت، سخت گرمی میں بے سایہ کو سایہ کی محبت، تنگ و تاریک راہوں سے گزرتے پیدل مسافر کی سواری سے محبت وغیرہ اسی کی مثالیں ہیں۔ اس میں تعظیم کا عنصر شامل نہیں ہوتا بلکہ انسانی طبیعت خود بخود ان کی طرف مائل ہوتی ہے۔ یہ مباح محبت ہے۔

❖ رحیمانہ اور تعظیمانہ محبت

بعض محبتیں رحمت، شفقت اور تعظیم پر مبنی ہوتی ہیں۔ مثلاً والدین کی اولاد سے، شیخ کی مرید سے اور استاد کی شاگرد سے محبت اسی طرح اولاد کی والدین سے، مرید کی شیخ سے اور شاگرد کی استاد سے محبت۔ قرآن و حدیث میں اس محبت پر بھی نصوص ملتی ہیں۔

❖ الفت اور انس بھری محبت

عام معاشرے میں انسانوں کے مابین باہم کئی ایسے تعلقات ہوتے ہیں جو الفت اور انس و پیار سے لبریز ہوتے ہیں۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی کاروبار، صنعت، تجارت، زراعت اور علم سے وابستہ افراد کی باہم محبت، مسافروں کی آپس میں محبت، بہن بھائیوں

کی آپس میں محبت، اعزہ واقارب کے درمیان محبت والفت، میاں بیوی کے درمیان رشتہ محبت اس کی مثالیں ہیں۔ الفت و محبت کی یہ تمام اقسام قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ اس کا مقصد وحید یہ ہے کہ مخلوق کے درمیان غم و غصہ، بغض و عناد اور تعصب و عداوت کی فضا قائم ہونے کی بجائے باہم محبت کا ماحول پروان چڑھے تاکہ انہیں خالق کائنات کی رحمت اور برکت حاصل ہو۔

❖ افعال صالحہ سے محبت

افعالِ صالحہ اور نیکی پر مبنی اعمال سے محبت کرنا بھی قابل تعریف اور لائق ستائش محبتوں میں شامل ہے۔ ہر وہ عمل، عمل صالح ہوتا ہے جو اللہ کی اور اس کے حبیب حضور نبی اکرم ﷺ کی رضا اور قربت کا باعث بنے جبکہ اس کے برعکس ہر وہ عمل عمل سیئہ ہوتا ہے جو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی اور غضب کا باعث بنے۔ چنانچہ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، حسن خلق سے پیش آنا، عدل و انصاف کرنا، سچ بولنا، امانت داری کا مظاہرہ کرنا، تقویٰ وطہارت پر کاربند رہنا وغیرہ تمام کے تمام اعمال صالحہ کی مختلف صورتیں ہیں جو رضائے الٰہی اور رضائے رسول ﷺ کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس لئے تمام اعمال صالحہ سے محبت کرنی چاہئے اور محبت سے ادا کرنا چاہیئے۔

جس طرح بنیادی طور پر محبت کی دو اقسام مثبت پہلو پر مبنی ہیں۔ اسی طرح محبت کی دو اقسام منفی پہلو پر مبنی ہیں جن سے بچنا ضروری ہے۔ ان میں سے ایک محبت محرمہ ہے۔

3. محبت محرمہ:

جس طرح بنیادی طور پر محبت کی دو اقسام مثبت پہلو پر مبنی ہیں، اسی طرح محبت کی

دو اقسام منفی پہلو پر مبنی ہیں، جس سے بچنا ضروری ہے ان میں سے ایک محبت محرمہ ہے۔

پہلی صورت

محبت محرمہ کی پہلی صورت شرک پر مبنی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ذات یا شئے کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہوئے اس سے اللہ تعالیٰ جیسی محبت کی جائے۔

یہ اللہ کے ساتھ شرک فی الحب ہے۔ کسی سے اس عقیدہ کے ساتھ محبت کرنا سراسر حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ میں کفار کے اس طرز عمل کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ

ترجمہ: اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے غیروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے اللہ سے محبت جیسی محبت کرتے ہیں۔

(سورہ البقرہ: 165)

اہل زمین میں سے اکثر مذاہب کے ماننے والے اپنے رہنماؤں اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے بعد محبت اور تعظیم کے اس وہم باطل میں مبتلا ہیں۔

دوسری صورت

محبت محرمہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ جن افعال اور اعمال سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے انسان ان اعمال کی محبت میں گرفتار ہو۔ یا ایمان والوں کے اندر ان افعال کو پھیلانے کی محبت کا۔ مثلاً بدکاری، شراب نوشی، چوری اور فحاشی و بے حیائی وغیرہ تو ایسی محبت کا شمار بھی محرمہ میں ہوگا۔ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں ایسے ہی برے لوگوں کے کردار کی یوں مذمت فرمائی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

ترجمہ: بیشک جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ (ایسے لوگوں کے عزائم کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہیں۔ (سورہ النور: 19)

4 محبت مذمومہ:

وہ محبت جو انسان کو اللہ تعالی اور اس کے رسول محترم ﷺ کے ذکر اور ان کی اطاعت و فرمان برداری سے غافل کر دے، مذمومہ ہے۔

پہلی صورت:

محبت مذمومہ کی پہلی صورت یہ ہے کہ والدین، اولاد، مال و دولت، منصب عیش و عشرت، کاروبار و تجارت اور کوٹھی بنگلہ جائداد سے ایسی محبت کی جائے جو انسان کو اللہ ﷻ اور سید المرسلین ﷺ کے ذکر سے غافل کر دیں۔ گویا انسان دنیا اور مافیہا کی محبت میں اللہ اور اس کے رسول کو بھول جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایمان والوں کو جھنجوڑتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد (کہیں) تمہیں اللہ کی یاد سے ہی غافل نہ کر دیں، اور جو شخص ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (سورہ المنفقون: 9)

دوسری صورت:

محبت مذمومہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ انسان دنیاومافیہا کے رشتوں اور دیگر امور کو اللہ تعالی اور اس کے رسول کی ذات اور اُن کے واجب کردہ اعمال اور افعال پر ترجیح دے اور ان افعال واجبہ سے بڑھ کر دیگر امور سے محبت کرے۔ قرآن میں اللہ رب العزت نے آٹھ (۸) تعلقات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر ان کی محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اس کی راہ میں جہاد اور جدوجہد کرنے سے بڑھ گئیں تو

فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

ترجمہ: پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) لے آئے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ (سورۃ التوبۃ:24)

لہذا ان دونوں راستوں میں سے صحیح راستہ یہی ہے کہ انسان دنیا و مافیہا کے رشتوں اور دیگر امور کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ۔ اور، عبادات الٰہیہ اور اعمال صالحہ پر ترجیح نہ دے اور نہ ہی ان سے بڑھ کر محبوب جانے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کمال ایمان ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کو اپنے والد (ماں اور باپ) اور اپنی اولاد سے زیادہ میں محبوب نہ ہو جاؤں۔“

(صحیح البخاری:14)

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: " لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ".

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کو اپنے والد (ماں اور باپ)، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ میں محبوب نہ ہو جاؤں۔“

(صحیح البخاری:15)

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ وَأَهْلِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ."

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کو اپنے مال و دولت، اہل وعیال اور تمام لوگوں سے زیادہ میں محبوب نہ ہو جاؤں۔"

(سنن النسائی:5018)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ، أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ."

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا، جس میں تین باتیں ہوں: اللہ اور اس رسول کی محبت اس شخص میں تمام ماسوا سے زیادہ ہو، یہ کہ کسی شخص سے بھی محبت کرے، تو صرف اللہ کے لیے کرے اور یہ کفر کی طرف لوٹنے کو ایسا ہی ناپسند کرے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرے۔"

(صحیح البخاری:16)

ان آیات واحادیث کا حاصل یہ ہے کہ ایک مومن اپنے اہل وعیال، مال و دولت، خویش اقارب اور دنیا کی دوسری تمام چیزوں سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور دین متین سے کرے۔ اگر کسی دوسرے سے محبت کرتا ہو؛ تو وہ محبت بھی اللہ کی خاطر ہو؛ جب تک اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین سے سب سے زیادہ محبت نہیں ہو گی، کوئی بھی شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا ہے۔

ان مذکورہ بالا احادیث سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ "جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے

زیادہ محبوب نہ ہو جائیں، ایمان کامل نہیں ہو سکتا''؛جب کہ بسااوقات طبعی طور پر ایک آدمی کا قلبی لگاؤ اور دل کا میلان اپنے والدین، خویش واقارب اور بیوی بچوں کی طرف زیادہ ہو جاتا ہے۔بظاہر اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی مسلمان ''کامل مومن'' نہیں ہے؟ محدثین کرام نے اس سوال کا جواب یوں دیا ہے کہ محبت کی تین قسمیں ہیں:

محبت طبعی: یہ غیر اختیاری محبت ہے۔ والدین، خویش واقارب اور بیوی بچوں سے جو محبت ہوتی وہ محبت طبعی یعنی غیر اختیاری ہوتی ہے۔حدیث میں یہ ''محبت طبعی'' مراد نہیں ہے۔

محبت ایمانی: یہ اختیاری محبت ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک کام کے کرنے سے طبیعت انکار کرتی ہے؛ مگر ایمان یہ تقاضا کرتا ہے کہ یہ کام شریعت کا حکم ہے؛اس لیے ہمیں یہ کام کرنا ہے۔

محبت عقلی: یہ بھی اختیاری محبت ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ بسااوقات طبیعت کا میلان کسی کام یا حکم کی ادائیگی کی طرف نہیں ہوتا ہے؛ مگر عقل رہنمائی کرتی ہے اس حکم کے بجالانے میں ہمارا فائدہ ہے؛ لہٰذا ہم اسے کرتے ہیں۔ حدیث میں جس محبت کا ذکر ہے، وہ یہی محبت اختیاری یعنی محبت ایمانی اور محبت عقلی کا ذکر ہے؛ چناں چہ ہماری عقل ہمیں اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ ہم آپ ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کریں؛ کیوں کہ وہ ہمارے اس دنیا کے محسن اکبر ہیں اور آخرت میں شفیع اعظم ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۱۳۷۲-۱۴۴۸ء) فرماتے ہیں: "والمراد بالمحبة هنا حب الاختيار لا حب الطبع" (فتح الباری ۱/۵۹) یعنی حدیث میں جس محبت کا ذکر ہے،اس سے مراد محبت اختیاری ہے نہ کہ محبت طبعی۔

اسباب محبت

❖ حسن وجمال

ایک آدمی کسی سے محبت اس کی ظاہری خوب صورتی وجمال کی وجہ سے کرتا ہے، جیسا کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے حسن وجمال کی وجہ سے محبت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو دنیا کے حسین ترین انسان تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن وجمال کی گواہی متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دی ہے۔حدیث مبارکہ میں ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: " رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَإِلَى الْقَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَإِذَا هُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ "

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ایک چاندنی رات میں، میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا تھا، پھر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چاند کی طرف دیکھنے لگا؛ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرخ جوڑے میں ملبوس تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے چاند سے زیادہ حسین لگے۔" (سنن الترمذی:2811)

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ، وَكَانَ وَصَّافًا، عَنْ حِلْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا أَتَعَلَّقُ بِهِ، فَقَالَ: " كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَخْمًا مُفَخَّمًا، يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، أَطْوَلُ مِنَ الْمَرْبُوعِ، وَأَقْصَرُ مِنَ الْمُشَذَّبِ، عَظِيمُ الْهَامَةِ، رَجِلُ الشَّعْرِ، إِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيقَتُهُ فَرَّقَهَا، وَإِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ إِذَا هُوَ وَفَّرَهُ، أَزْهَرُ اللَّوْنِ،

وَاسِعُ الْجَبِينِ، أَزَجُّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ فِي غَيْرِ قَرَنٍ، بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ، أَقْنَى الْعِرْنَيْنِ، لَهُ نُورٌ يَعْلُوهُ، يَحْسَبُهُ مَنْ لَمْ يَتَأَمَّلْهُ أَشَمَّ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، سَهْلُ الْخَدَّيْنِ، ضَلِيعُ الْفَمِ، مُفْلَجُ الْأَسْنَانِ، دَقِيقُ الْمَسْرُبَةِ، كَأَنَّ عُنُقَهُ جِيدُ دُمْيَةٍ فِي صَفَاءِ الْفِضَّةِ، مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ، بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ، سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ، عَرِيضُ الصَّدْرِ، بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ، أَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ، مَوْصُولُ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِي كَالْخَطِّ، عَارِي الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوَى ذَلِكَ، أَشْعَرُ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَأَعَالِي الصَّدْرِ، طَوِيلُ الزَّنْدَيْنِ، رَحْبُ الرَّاحَةِ، شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، سَائِلُ الْأَطْرَافِ -أَوْ قَالَ: شَائِلُ الْأَطْرَافِ- خَمْصَانُ الْأَخْمَصَيْنِ، مَسِيحُ الْقَدَمَيْنِ، يَنْبُو عَنْهُمَا الْمَاءُ، إِذَا زَالَ زَالَ قَلِعًا، يَخْطُو تَكَفِّيًا، وَيَمْشِي هَوْنًا، ذَرِيعُ الْمِشْيَةِ، إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ، وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِيعًا، خَافِضُ الطَّرْفِ، نَظَرُهُ إِلَى الْأَرْضِ أَطْوَلُ مِنْ نَظَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ، جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ، يَسُوقُ أَصْحَابَهُ وَيَبْدَأُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ"

ترجمہ: حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں ھند بن ابی ھالہ سے دریافت کیا کیونکہ وہ آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کو بڑی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے، اور میں چاہتا تھا کہ وہ مجھے آپ ﷺ کے ایسے اوصاف بتا دیں جن کو میں اپنے دل میں بٹھا لوں، تو وہ کہنے لگے کہ ”: آپ ﷺ نہایت عظیم اور باوقار شخصیت کے مالک تھے، چودھویں رات کے

چاند کی طرح آپ کا چہرہ مبارک چمکتا تھا، قد مبارک عام درمیانے قد سے کچھ لمبا اور بہت لمبے قد سے تھوڑا کم تھا، سر مبارک (اعتدال کے ساتھ) بڑا تھا، بال مبارک کچھ گھنگریالے تھے، پیشانی کے بال اگر کھل جاتے تو آپ ﷺ ان کی مانگ نکال لیتے ورنہ آپ کے بال جب وفرہ ہوتے تو کانوں کی لو سے زیادہ لمبے نہ ہوتے، آپ ﷺ چمکدار روشن رنگ والے تھے، پیشانی وسیع اور کشادہ تھی، آپ ﷺ لمبی، باریک خمدار پلکوں والے تھے جو پوری اور کامل تھیں، ان کے کنارے آپس میں ملے ہوئے نہیں تھے، ان کے درمیان ایک رگ جو غصے کے وقت خون سے بھر کر اوپر ابھر آتی تھی، یہ درمیان سے محدب تھی آپ ﷺ کے ناک کا بانسہ باریک اور لمبا اس کے اوپر اونچا نور دکھائی دیتا، جس نے غور سے نہ دیکھا ہوتا وہ خیال کرتا کہ آپ ﷺ کی ناک مبارک درمیان سے اونچی ہے، آپ ﷺ گھنی داڑھی والے اور کشادہ و ہموار رخساروں والے تھے، دانت مبارک کھلے اور کشادہ تھے، سینے کے بال ناف تک باریک لکیر کی طرح تھے، آپ ﷺ کی گردن مبارک صاف چاندی کی طرح خوبصورت منقش مورتی کی گردن جیسی تھی، درمیانی اور معتدل خلقت والے تھے، مضبوط اور متوازن جسم والے تھے، آپ ﷺ کا سینہ اور پیٹ برابر اور ہموار تھا، آپ ﷺ کا سینہ مبارک کشادہ تھا، دونوں کندھوں کے درمیان کچھ دوری اور فرق تھا، آپ ﷺ کی ہڈیوں کے جوڑ موٹے اور گوشت سے پر تھے، جسم کا وہ حصہ جو کپڑے سے یا بالوں سے ننگا ہوتا وہ روشن اور چمکدار تھا سینے کے اوپر ناف تک ایک لکیر کی طرح بال ملے ہوئے تھے، چھاتی اور پیٹ بالوں سے خالی تھے، دونوں بازوؤں، کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے، کلائیوں اور پنڈلیوں کی ہڈیاں لمبی تھیں اور ہتھیلیاں کشادہ تھیں، ہاتھ اور پاؤں

کی ہڈیاں موٹی اور مضبوط تھیں، انگلیاں لمبی اور پاؤں کے تلوے قدرے گہرے تھے، قدم ہموار اور اتنے نرم و نازک کہ ان پر پانی نہ ٹھہرتا تھا، چلتے تو قوت کے ساتھ آگے کی جانب جھک کر چلتے، بڑے سکون اور وقار کے ساتھ تیز تیز چلتے، چلتے ہوئے معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلندی سے نشیب کی طرف اتر رہے ہیں، اور جس کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو یکبارگی متوجہ ہوتے، نظر جھکا کر چلتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ آسمان کے بجائے زمین کی طرف زیادہ ہوتی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت عموماً گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے آگے چلاتے، اور جو شخص بھی ملتا اسے سلام کرنے میں پہل کرتے۔''

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بول چال اور گفتگو کے متعلق کچھ ذکر کریں تو انہوں نے کہا'': نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل غمگیں رہتے اور ہمیشہ سوچ اور فکر میں ڈوبے رہتے، کسی وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آرام میسر نہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمبی دیر تک خاموش رہتے اور بلا ضرورت کوئی کلام نہ کرتے، کلام کی ابتداء اور اختتام اللہ تعالیٰ کے نام سے فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام جامع کلمات پر مشتمل ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام الگ الگ الفاظ و کلمات والا ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ایسی مکمل ہوتی کہ اس میں تشنگی یا زیادتی نہ ہوتی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت دل اور ظالم بھی نہیں تھے اور نہ ہی کوتاہ اندیش یا کسی کو حقیر سمجھنے والے، کسی کا احسان اگرچہ تھوڑا ہو، اس کو بڑا خیال کرتے اور اس کی نیکی میں سے کسی چیز کی بھی مذمت نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے پینے کی کسی چیز میں عیب نہیں نکالتے تھے اور نہ ہی اس کی بے جا تعریف کرتے۔ دنیا اور اس کے تمام امور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غضبناک نہ کر سکے، ہاں اگر حق سے تجاوز کر جاتی تو کوئی چیز بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصے کو اس وقت تک نہ روک سکتی جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا انتقام نہ

لے لیتے، آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے ناراض نہ ہوتے اور نہ ہی اپنی ذات کے لیے انتقام لیتے تھے، آپ ﷺ اشارہ فرماتے تو اپنے پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے، جب کسی بات پر تعجب کا اظہار فرماتے تو ہتھیلی کو الٹا کر دیتے، جب بات فرماتے تو آپ کی بات ہتھیلی کو تحریک دینے کے ساتھ ملی ہوتی اور اپنی دائیں ہتھیلی اپنے دائیں انگوٹھے کی اندر والی جانب بند کرتے، جب آپ ﷺ غصہ میں ہوتے تو منہ پھیر لیتے اور احتراز فرماتے اور جب خوش ہوتے تو اپنی نظر جھکا دیتے، آپ ﷺ کا زیادہ سے زیادہ ہنسنا صرف مسکراہٹ تک محدود تھا۔ آپ مسکراتے تو اولوں کی طرح سفید دانت ظاہر ہوتے۔'' سیدنا حسن فرماتے ہیں کہ میں نے کچھ عرصے یہ باتیں اپنے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے ذکر نہ کیں، پھر جب ان سے ذکر کیں تو مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے مجھ سے بھی پہلے جا کر ان سے یہ باتیں معلوم کر لی تھیں، اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے والد محترم (سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سے نبی اکرم ﷺ کے گھر میں آنے جانے اور شکل و صورت کے متعلق بھی دریافت کیا تھا۔ غرض یہ کہ انہوں نے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی۔ تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم سے نبی اکرم ﷺ کے گھر آنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: جب آپ ﷺ گھر میں آتے تو اپنے وقت کے تین حصے بنا لیتے، ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کے لئے، دوسرا حصہ اپنے گھر والوں کے حقوق اور کام کاج کے لئے، اور تیسرا حصہ اپنی ذات کے حقوق اور کام کاج کے لئے، پھر اپنے حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیتے، پھر عام لوگوں پر خواص کے ذریعے یہ حصہ بھی دے دیتے، اور اپنے لیے کچھ وقت بھی بچا کر نہ رکھتے آپ ﷺ کی سیرت سے ایک بات یہ تھی کہ آپ ﷺ اپنی امت والے حصے میں اپنے حکم سے صاحب فضل لوگوں کو ترجیح دیتے، اور دین داری میں ان کے مرتبے کے مطابق اس کو تقسیم کر دیتے، تو ان میں کوئی ایک ضرورت والا ہوتا، کوئی دو

ضرورتوں والا، اور کوئی زیادہ ضرورتوں والا۔ تو آپ ﷺ ان کی ایسی ضروریات کی تکمیل میں مشغول رہتے، جو ان کی اپنی اور پوری امت کی اصلاح سے متعلق ہوتیں۔ وہ لوگ آپ ﷺ سے اچھی باتوں کے متعلق پوچھتے اور آپ انہیں ایسے جواب دیتے رہتے، جو ان کی ضرورت یا حیثیت کے مناسب حال ہوتا۔ اور آپ ﷺ فرماتے ": یہاں پر موجود لوگ میری یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں۔ اسی طرح جو لوگ یہاں نہیں پہنچ پاتے ان کی ضرورتیں مجھ تک پہنچاؤ۔ اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے قدموں کو ڈگمگانے سے محفوظ رکھے گا۔" آپ ﷺ کے پاس ایسی ہی اصلاحی باتیں کی جاتیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات آپ قبول ہی نہ فرماتے۔ اکابر لوگ آپ ﷺ کے پاس جاتے اور وافر علم کی دولت لے کر واپس پلٹتے، پھر لوگوں کے پاس خیر اور بھلائی کے راہنما بن کر میدان عمل میں آتے۔" سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے باہر جانے کے متعلق سوال کیا کہ اس دوران کیا کام کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواباً کہا ": رسول اللہ ﷺ اپنی زبان مبارک بامقصد باتوں کے علاوہ بالکل روک کر رکھتے، لوگوں کو آپس میں جوڑنے کی کوشش کرتے، انہیں ایک دوسرے سے متنفر نہ کرتے، آپ ﷺ ہر قوم کے معزز آدمی کی عزت کرتے، اور اس کو ان کا سرپرست بناتے، آپ ﷺ لوگوں کو بداعمالیوں سے بچنے کی تلقین فرماتے اور خود بھی ان سے محتاط رہتے مگر ان کی شر اور بدخلقی کو اپنے دل میں بالکل جگہ نہ دیتے۔ آپ اپنے ساتھیوں کے حالات ایک دوسرے سے پوچھتے رہتے پھر اچھی چیز کی تحسین فرماتے اور اس کو قوت بخشتے، اور بری چیز کی قباحت بیان کر کے اس کو کمزور کرنے کی کوشش فرماتے۔ آپ ﷺ ہمیشہ میانہ روی اختیار فرماتے، اختلاف بالکل نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ کبھی بھی غفلت نہ کرتے کہ کہیں لوگ بھی غافل نہ ہو جائیں، اور حق سے

ہٹ کر باطل کی طرف نہ جھک جائیں۔ ہر مشکل گھڑی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس سے نمٹنے کے لئے تیاری موجود ہوتی، جو حق سے کمی کوتاہی یا تجاوز کرنے سے بالکل محفوظ رکھتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب انہیں حاصل ہوتا جو سب سے زیادہ پسندیدہ سمجھے جاتے تھے۔ درجات کے لحاظ سے سب سے بہتر آدمی آپ کے ہاں وہ شمار ہوتا جو سب سے زیادہ خیر خواہ ہوتا، اور مقام و مرتبہ کی رُو سے سب سے بڑا آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں وہ ہوتا جو غم خواری اور ہمدردی میں سب سے اچھا ہوتا۔'' سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر میں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی بیٹھتے یا اُٹھتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر ضرور کرتے جب کسی مجلس میں آتے تو جہاں جگہ ملتی وہاں بیٹھ جاتے اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی یہی حکم دیتے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس کے ہر آدمی کو اس کا حصہ دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم نشین یہ خیال بھی نہ کرتا کہ کوئی دوسرا شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں اس سے زیادہ معزز ہے۔ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوتے، جب تک وہ نہ چلے جاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں بیٹھے رہتے، اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ مانگتا، تو آپ اسے ضرور دیتے یا نرم لہجے میں معذرت فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کشادہ روئی اور خوش خلقی تمام لوگوں کو حاوی اور شامل تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ان کے لیے باپ کی طرح تھے اور وہ سارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک برابر حق رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس علم، حوصلہ، حیاء، امانت اور صبر کی ہوتی، جس میں آوازیں بلند نہ کی جاتیں، قابل احترام چیزوں پر عیب نہ لگایا جاتا، اور نہ ہی کسی کے عیوب کی اشاعت کی جاتی۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کے علاوہ سب برابر ہوتے، سب ایک دوسرے کے لئے عاجزی اور انکساری سے پیش آتے۔ بڑے کی عزت و وقار، چھوٹے پر رحم، ضرورت مند کو ترجیح اور مسافر بے وطن کی حفاظت و دیکھ بھال کا لحاظ رکھا جاتا۔'' سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا: کہ نبی

اکرم ﷺ کی سیرت آپ ﷺ کے ہم نشینوں کے متعلق کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کشادہ روئی اور ہنس مکھی سے پیش آتے، نہایت نرم خو اور نرم پہلو تھے، ترش رو اور سخت دل نہیں تھے، نہ شور برپا کرتے، نہ بے ہودہ باتیں کرتے، نہ ہی کسی کو عیب لگاتے اور نہ ہی آپ ﷺ بخل کرتے۔ جو چیز پسند نہ ہوتی، اس سے بے پرواہ رہتے، آپ ﷺ اپنے امیدوار کو اس کی نیکی سے مایوس نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کو ناکام ہونے دیتے۔ آپ ﷺ نے اپنی ذات کو تین چیزوں سے محفوظ رکھا: جھگڑے سے، بہت باتیں کرنے یا بہت مال اکٹھا کرنے سے، اور فضول و بے مقصد باتوں سے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کی تین باتوں کو چھوڑا ہوا تھا: آپ ﷺ کسی کی مذمت نہ کرتے، نہ کسی کو عیب لگاتے، اور نہ کسی کے نقائص تلاش کرتے، آپ ﷺ زبان سے وہی بات نکالتے جس کے ثواب کی آپ ﷺ کو امید ہوتی۔ آپ ﷺ کلام کرتے تو سب لوگ سر جھکا دیتے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں، جب آپ ﷺ خاموش ہوتے، تب وہ کلام کرتے۔ لوگ آپ کے پاس بات کرنے میں جھگڑتے نہ تھے۔ بلکہ جو شخص بھی بات کرتا اس کے فارغ ہونے تک سب اس کے لیے خاموش رہتے۔ آپ سب کی بات اسی طرح توجہ سے سنتے، جس طرح سب سے پہلے کی بات سنی ہوتی۔ جس بات پر سب لوگ ہنستے آپ ﷺ بھی اس پر ہنستے اور لوگ جس بات پر تعجب کرتے آپ ﷺ بھی اس پر تعجب کرتے تھے۔ باہر سے آنے والے مسافر کی بول چال یا مانگنے میں زیادتی اور سختی پر صبر فرماتے تھے، اسی لیے آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہ چاہتے تھے کہ کوئی باہر کے دیہات سے اجنبی آدمی آئے، اور آپ سے سوال کرے، تاکہ وہ بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔ "آپ ﷺ فرماتے": جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ اپنی ضرورت کی چیز مانگ رہا ہے، تو ضرور اس کی مدد کرو۔ "پوری پوری تعریف) جو مبالغہ سے خالی ہوتی (کرنے والے کی تعریف کو ہی قبول فرماتے، اسی طرح آپ ﷺ کسی

کی بات کو اس وقت تک نہ کاٹتے جب تک وہ حد سے تجاوز نہ کر جائے، جب وہ تجاوز کرتا تو آپ ﷺ اس کی بات کو منع کر دیتے یا وہاں سے اٹھ کھڑے ہوتے۔

(حدیث نمبر: 8 شمائل ترمذی بَابُ مَا جَاءَ فِي خَلْقِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ)

شہنشاہِ کونین ﷺ اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا کی جھونپڑی میں:

ہجرت کے سفر میں بڑے دلچسپ اور سبق آموز واقعات پیش آئے جن میں ایک معجزانہ اور حیرت انگیز وہ واقعہ بھی ہے جس کا تذکرہ احادیث و سیرت کی کتابوں میں ہجرت کے بیان میں اہتمام سے کیا گیا ہے۔ یہ نا قابل فراموش واقعہ دوران سفر صحراء قُدید سے گزرتے ہوئے ام معبد خزاعیہ کے خیمہ میں پیش آیا۔ ام معبد کا اصل نام عاتکہ بنت خالد بن منقذ تھا، یہ صحابیٔ رسول حبیش بن خالد الاشعر خزاعی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھیں۔ یہ معمر خاتون بڑی ذہین و فطین، شستہ و شگفتہ زبان کی مالک، دلیر اور بہادر تھیں۔ ابھی مسلمان نہیں ہوئی تھیں، لیکن دریا دل تھیں، اپنے خیمہ کے باہر مہمانوں کے استقبال میں بیٹھا کرتی تھیں اور ادھر سے گزرنے والے قافلوں کو کھلاتی پلاتی رہتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ ہجرت کے سفر میں جب ان کے خیمہ کے پاس سے گزرے تو آپ اپنے رفقاء سفر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن اریقط رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے خیمہ میں تھوڑی دیر کیلئے فروکش ہوئے۔ انہوں نے ام معبد سے پوچھا کہ آپ کے پاس کھجور یا گوشت ہے؟ ہم خریدنا چاہتے ہیں۔ یہ خشک سالی کا دور تھا، ہر گھر میں بھوک اور افلاس کا بسیرا تھا، انہوں نے کہا: میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، اگر کچھ ہوتا تو میں آپ کی مہمان نوازی کرتی، آپ کو فروخت کیوں کرتی! آپ کے رفقاء سفر بالکل بے توشہ ہو چکے تھے، ان کے پاس کھانے کو اب کچھ بھی نہیں رہ گیا تھا، ایسے میں سرکار دو عالم کی نظر خیمہ کے ایک گوشہ میں کھڑی ایک بکری پر

پڑی۔آپ نے دریافت فرمایا: ”اے ام معبد! یہ بکری کیسی ہے ؟“انہوں نے کہا : اتنی لاغر ہے کہ ریوڑ کے ساتھ بھی نہیں چل سکتی۔آپ نے فرمایا: کیااس کے تھن میں کچھ دودھ ہے؟ انہوں نے کہا: اگر اس کے تھنوں میں دودھ ہوتو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں،آپ ضرور حاصل کرلیں۔آپ نے بکری اپنے سامنے منگوائی اور ایک ایسا برتن طلب کیا جو وہاں موجود لوگوں کے لئے کافی ہو جائے۔ بکری نے بڑی آسانی سے خود کو آپ اکے حوالہ کر دیا اور جگالی کرنے لگی،اللہ کا نام لیتے ہوئے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا،اور زبان نبوت سے یہ دعا نکلی: ”اے اللہ! ام معبد کی بکری کو ان کے لئے بابرکت بنا۔“

پھر کیا تھا،ایسا لگتا تھا دودھ کا چشمہ ابل آیا ہو یا جوئے شیر رواں ہوا،آپ ﷺ نے دودھ دوہنا شروع کیا، دودھ اتنی وافر مقدار میں نکلا کہ برتن لبالب بھر گیا، آپ ﷺ نے پہلے ام معبد کو پھر صحابہ کرام کو پلایا، لوگوں نے خوب سیر ہو کر بار بار پیا، جب سب لوگ بالکل آسودہ اور شکم سیر ہو گئے تو آپ ﷺ نے یہ کہتے ہوئے خود نوش فرمایا کہ:

”لوگوں کو پلانے والا آخر میں پیا کرتا ہے دوسری بار آپ ﷺ نے اس بکری کو پھر دوہا اور اس مرتبہ جو دودھ نکلا وہ ام معبد کے پاس چھوڑ کر وہاں سے آگے کوچ کر گئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ام معبد کے شوہر ابو معبد اکثم بن ابی الجون خزاعی چند دبلی پتلی لاغر بکریوں کو ہنکاتے ہوئے لے کر آئے۔ابو معبد نے گھر میں دودھ دیکھا تو چونکے اور پوچھا: ام معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا؟ گھر میں تو دودھ دینے والی بکریاں نہیں تھیں؟ انہوں نے کہا؟ جناب! یہ بکریوں کا کمال نہیں، واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک بڑا مبارک آدمی آج ادھر سے گزرا، کیا اس کے اوصاف بیان کروں؟ کہا: نہیں نہیں، بتاؤ، مجھے تو لگتا ہے یہ وہی شخصیت ہیں جن کی تلاش میں قریش سر گرم ہیں۔اب ام معبد کی

فصاحت کے جوہر کھلتے ہیں اور وہ نبی کریم اکا سراپا اس طرح بیان کرتی ہیں کہ آج تک پڑھنے والا خود کو وہاں موجود پاتا ہے۔ سلام ہو نبی عربی ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل پر، اصحاب پر اور اس گمنام خاتون ام معبد پر جس کے تذکرہ کو نبی آخر الزماں کی ایک نگاہ نے دوام عطا کر دیا۔ امّ معبد نے جو کچھ بیان کیا وہ اس طرح تھا:

رَأَيتُ رَجُلا ظَاهِرَ الْوَضَاءَةِ، أَبْلَجَ الْوَجْهِ، لَمْ تَعِبْهُ نُحْلَةٌ، وَلَمْ تُزْرِ بِهِ صُقْلَةٌ، وَسِيمٌ قَسِيمٌ، فِي عَيْنِهِ دَعَجٌ، وَفِي أَشْفَارِهِ وَطَفٌ، وَفِي صَوْتِهِ صَهَلٌ، وَفِي عُنُقِهِ سَطَعٌ، وَفِي لِحْيَتِهِ كَثَاثَةٌ، أَزَجُّ أَقْرَنُ، إِنْ صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ، وَإِنْ تَكَلَّمَ سَمَا وَعَلاهُ الْبَهَاءُ، أَجْمَلُ النَّاسِ وَأَبْهَاهُ مِنْ بَعِيدٍ، وَأَجْلاهُ وَأَحْسَنُهُ مِنْ قَرِيبٍ، حُلْوُ الْمَنْطِقِ، فَصْلٌ لَا نَزْرٌ وَلا هَذَرٌ، كَأَنَّ مَنْطِقَهُ خَرَزَاتُ نَظْمٍ يَتَحَدَّرْنَ، رَبْعَةٌ لَا يَأْسَ مِنْ طُولٍ، وَلا تَقْتَحِمُهُ عَيْنٌ مِنْ قِصَرٍ، غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ، فَهُوَ أَنْضَرُ الثَّلاثَةِ مَنْظَرًا، وَأَحْسَنُهُمْ قَدْرًا، لَهُ رُفَقَاءُ يَحُفُّونَ بِهِ، إِنْ قَالَ: أَنْصَتُوا لِقَوْلِهِ، وَإِنْ أَمَرَ تَبَادَرُوا لأَمْرِهِ، مَحْشُودٌ مَحْفُودٌ، لَا عَابِسٌ وَلا مُفَنَّدٌ.

ترجمہ: میں نے ایک صاحب کو دیکھا جو بڑے حسین اور خوبرو تھے، چہرہ ان کا نور سے دمک رہا تھا، بڑے خوش اخلاق تھے، سراپا حسن خداداد، سیاہ چشم، شیریں دہن اور دراز گردن، آواز میں کشش تھی، داڑھی خوب گھنی تھی، پلکیں بہت باریک، ابرو کے بال ایک دوسرے میں پیوست اور بٹے ہوئے تھے۔ وہ جب خاموش ہوتے تو بڑے پروقار نظر آتے اور گویا ہوتے تو بڑے بارونق دکھائی دیتے، دور سے دیکھنے میں بھی حسین و جمیل اور قریب سے بھی

خوب تر اور دلکش، آپ کی باتیں بڑی شیریں اور معتدل تھیں، نہ گفتگو میں دراز نفسی سے کام لے رہے تھے، نہ لب ہلانے پر اکتفا فرما رہے تھے، آپ کی باتیں گویا لڑیوں میں پروئے ہوئے موتی کے دانے ہوں جو ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہے ہوں، میانہ قد، نہ بہت دراز نہ پستہ قد گویا دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ ہو، جوان تینوں میں سب سے بھلی لگتی ہو، اور سب سے مناسب جسم کی ہو، آپ کے رفقاء بھی ایسے تھے جو ہر وقت آپ کی خدمت و اکرام کے لئے چشم و ابرو کے ایک اشارہ پر دوڑ پڑتے تھے، جب وہ کچھ ارشاد فرماتے تو سب خاموش ہو کر سنتے، کوئی حکم دیتے تو لپک کر اسے بجالاتے، آپ کے ارد گرد اطاعت و جاں نثاری کے جذبہ سے بھرپور ایک جماعت تھی، آپ ترش رو یا حواس باختہ نہ تھے۔ ابو معبد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "خدا کی قسم یہ وہی شخص ہیں قریش جن کی تلاش میں ہے، میں چاہتا تھا کہ ان سے ملوں، اگر کوئی راہ نکلتی ہے تو میں ضرور ان سے ملوں گا۔" قصہ کے راوی عبد الملک کہتے ہیں کہ "مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ام معبد نے ہجرت کی، پھر اسلام قبول کیا اور رسول اللہ سے جا ملیں۔" یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ حج کے زمانہ میں ازواج مطہرات سے ام معبد کی ملاقات بھی ہوئی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کے اخیر میں یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان نیک بخت و نیک سرشت خاتون کا انتقال ہوا۔

اَبو نعیم اور ابن سعد نے ام معبد سے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں:

وہ بکری جسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے دوہا تھا وہ (اٹھارہ ہجری) خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک ہمارے پاس رہی۔ خشک سالی کے زمانے میں بھی ہم اسے صبح شام دو بار دوہا کرتے تھے۔ جبکہ اس علاقے کی دوسری بکریوں کے تھنوں میں دودھ کا ایک قطرہ تک نہ ہوتا تھا۔

ہشام بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے اس بکری کو دیکھا ہے۔ام معبد کے ساتھ جتنے لوگ سکونت پزیر تھے وہ سارے اسی بکری کے دودھ سے کھانا کھاتے تھے۔

(سیرت انسائیکلوپیڈیا:293/5)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کے اعتبار سے عظیم تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبہ و مرتبہ والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔''

(شعب الایمان:۱۳۶۲)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَبْعَةً، لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ، حَسَنَ الْجِسْمِ، وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ أَسْمَرَ اللَّوْنِ، إِذَا مَشَى يَتَكَفَّأُ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میانہ قد تھے: قد کے اعتبار سے نہ لمبے تھے، نہ بونے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب صورت جسم والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچ دار تھے، نہ بالکل سیدھے۔ آپ گندمی رنگ کے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تھے؛ تو جھک کر چلتے تھے۔ (شمائل ترمذی: حدیث:2)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: "مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ، وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ فِي مِشْيَتِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوَى لَهُ، إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ"

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

زیادہ خوب صورت کوئی چیز نہیں دیکھی، گویا سورج آپ ﷺ کے چہرے میں رواں (چہرہ نہایت ہی منور) تھا۔ اور نہ میں نے کسی کو آپ سے زیادہ تیز رفتار دیکھا، گویا زمین آپ کے لیے لپیٹ دی جاتی تھی، ہمیں آپ کے ساتھ چلنے میں زحمت اٹھانی پڑتی تھی اور آپ کوئی دقت محسوس کئے بغیر چلے جاتے تھے۔

(سنن ترمذی:3648)

کمال

کسی سے محبت کا ایک سبب اس کے اندر کا کمال ولیاقت اور خوبی وعمدگی بھی ہوتی ہے، جیسے علم وفضل اور صلاحیت وصالحیت وغیرہ۔ آپ ﷺ میں سیکڑوں کمالات تھے۔ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوئی اور آپ ﷺ خاتم النّبیین تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھ پر نبوت ختم ہوئی اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“ (المعجم الأوسط:۳۲۷۴) اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو اولین وآخرین کے علم سے نوازا تھا۔ پھر مخلوقات میں جتنے بھی کمالات ہیں وہ سب آپ ﷺ کے ہی واسطے سے ہیں؛ کیوں کہ آپ ﷺ ہی مبلغ اور قاسم ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”إنّما أنا قاسم واللہ یعطی“۔ (صحیح البخاری:۷۱)

آپ ﷺ کے خاندان کا افضل ہونا:

عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَاءَ الْعَبَّاسُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَكَأَنَّهُ سَمِعَ شَيْئًا، فَقَامَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: مَنْ أَنَا؟ فَقَالُوْا: أَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ، قَالَ: أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ، فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَخَيْرِهِمْ نَفْسًا.

ترجمہ: ”حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ایسا لگ رہا تھا

گویا کہ آپ ﷺ نے (اس وقت کافروں سے) کوئی ناگوار بات سنی تھی (اور آپ ﷺ اس وقت جلال کی حالت میں تھے، پس واقعہ پر مطلع ہو کر) حضور نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: آپ پر سلامتی ہو، آپ رسولِ خدا ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں (رسولِ خدا تو ہوں ہی اس کے علاوہ نسبلاً میں) محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ جب خدا نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے بہترین خلق (یعنی انسانوں) میں پیدا کیا، پھر مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا (یعنی عرب و عجم)، تو مجھے بہترین طبقہ (یعنی عرب) میں رکھا۔ پھر ان کے مختلف قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ (یعنی قریش) میں پیدا کیا، پھر ان کے گھرانے بنائے تو مجھے (ان میں سے) بہترین گھرانہ میں پیدا کیا اور ان میں سے بہترین نسب والا بنایا، (اس لئے میں ذاتی شرف اور حسب و نسب کے لحاظ سے تمام مخلوق سے افضل ہوں)۔"

(أخرجه الترمذي في السنن، كتاب المناقب، باب في فضل النبي صلى الله عليه وآله وسلم، 584/5، الرقم: 3608، وأحمد بن حنبل في المسند، 210/1، الرقم: 1788)

آپ ﷺ کا اپنی امت کے ہر فرد کو کامل رہنمائی کرنا:

عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ لَا أَدَعَ شَيْئًا مِنَ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ إِلَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ، وَإِذَا عِنْدَهُ جَمْعٌ، فَذَهَبْتُ أَتَخَطَّى النَّاسَ، فَقَالُوا: إِلَيْكَ يَا وَابِصَةُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، إِلَيْكَ يَا وَابِصَةُ. فَقُلْتُ: أَنَا وَابِصَةُ، دَعُونِي أَدْنُو مِنْهُ، فَإِنَّهُ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ أَنْ أَدْنُوَ مِنْهُ. فَقَالَ لِي: "ادْنُ يَا وَابِصَةُ، ادْنُ يَا

وَابِصَةُ". فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتَّى مَسَّتْ رُكْبَتِي رُكْبَتَهُ، فَقَالَ:" يَا وَابِصَةُ، أُخْبِرُكَ مَا جِئْتَ تَسْأَلُنِي عَنْهُ، أَوْ تَسْأَلُنِي؟" فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَخْبِرْنِي. قَالَ:" جِئْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ". قُلْتُ: نَعَمْ. فَجَمَعَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِهَا فِي صَدْرِي، وَيَقُولُ:" يَا وَابِصَةُ اسْتَفْتِ نَفْسَكَ، الْبِرُّ: مَا اطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَاطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ، وَالْإِثْمُ: مَا حَاكَ فِي الْقَلْبِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ، وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ".

ترجمہ: ایوب کہتے تھے کہ وابصہ رضی اللہ عنہ اسدی کے ساتھی یہ واقعہ پیش آیا حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ اس واقعے کو اپنی زبانی یوں سنایا کرتے تھے۔ حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آمد سے قبل ہی اپنے دل میں سوچ رکھا تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی اور بدی کے بارے میں ہر سوال پوچھ کے رہوں گا تاکہ کوئی نیکی مجھ سے پوشیدہ نہ رہے اور کسی برائی کے بارے میں بے خبر نہ رہوں۔ میں پہنچا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد مسلمانوں کی ایک جماعت جمع تھی۔ وہ آپ سے سوال پوچھ رہے تھے۔ میں نے لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے آگے بڑھنا چاہا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ یوں گردنیں پھلانگنا ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے کہا خدا کے لیے مجھے راستہ دے دو۔ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دنیا بھر کے انسانوں سے زیادہ محبوب اور عزیز ہیں۔'' نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال شفقت و محبت سے فرمایا: ''وابصہ کو چھوڑ دو، وابصہ میرے قریب آجاؤ۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات دو یا تین مرتبہ فرمائی۔ لوگوں نے میرے لیے راستہ

چھوڑ دیا اور میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالکل سامنے جا بیٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم خود پوچھو گے یا میں بتا دوں کہ کس ارادے سے آئے ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہی بتا دیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم نیکی اور بدی کے بارے میں سوال پوچھنے آئے ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں۔'' اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیاں اکٹھی کر کے میرے سینے پر ٹھونکا دیا اور تین مرتبہ ارشاد فرمایا: ''اے وابصہؓ اپنے دل سے اور اپنے نفس سے پوچھ لیا کر۔ نیکی وہ ہے جس پر تیرا دل مطمئن ہو جائے اور برائی وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور تجھے تردد میں مبتلا کر دے۔ یہی اصول پیش نظر رکھنا اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیتے رہیں۔''

(مسند احمد: حدیث نمبر 180001)

احسان

ایک آدمی کسی کے احسان کی وجہ سے بھی اس سے محبت کرتا ہے۔صفت احسان بھی نبی اکرم ﷺ میں حد درجہ پائی جاتی تھی۔ حدیث میں ہے: "اللہ کے رسول ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ " أَجْوَدَ النَّاسِ وَأَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ"

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں جب آپ ﷺ سے جبرائیل علیہ السلام کی ملاقات ہوتی تو آپ کی سخاوت اور بھی بڑھ جایا کرتی تھی۔ جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے۔اس وقت رسول اللہ ﷺ خیر و بھلائی کے معاملے میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔

(بخاری:3554)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ أَطْلَقَ كُلَّ أَسِيرٍ وَأَعْطَى كُلَّ سَائِلٍ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا؛ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قیدی کو رہائی بخشتے اور ہر سائل کی مراد پوری فرماتے۔" (مشکاۃ:1966)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت فروغِ اسلام کا باعث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے فاقہ کشوں کا فاقہ ختم کرتے، غریبوں اور محتاجوں کی غربت کا خاتمہ کرتے، ضرورتمندوں کی حاجتوں کو پورا کرتے، تنگدستوں کی تنگدستی دور کرتے۔ افراد امت کی بدحالی کو اپنی شان سخاوت کے ساتھ خوشحالی میں بدلتے۔

سخاوت کرتے وقت زیادہ سے زیادہ عطا کر کے نہ اپنے فاقے کا اندیشہ کرتے اور نہ ہی عطا کرنے والے کو اندیشہ فاقہ رہنے دیتے، اتنا عطا کرتے کہ وہ فاقہ کش خود صاحب مال اور صاحب عطا اور صاحب سخا بن جاتا۔ اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "مَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى الْإِسْلَامِ شَيْئًا، إِلَّا أَعْطَاهُ، قَالَ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَأَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَرَجَعَ إِلَى قَوْمِهِ، فَقَالَ: يَا قَوْمِ أَسْلِمُوا، فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءً لَا يَخْشَى الْفَاقَةَ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا تو آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان (جتنی بکریاں آتی تھیں) اس کے برابر بکریاں اسے عنایت فرمادیں، جب وہ شخص واپس اپنی قوم میں گیا تو انہیں پکار کر کہنے لگا اسلموا سارے کے سارے مسلمان ہو جاؤ۔

(صحیح مسلم: حدیث نمبر:6020)

فان محمدا یعطی عطاء من لا یخشی فاقة.

ترجمہ: بے شک محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ کبھی بھی فاقہ کا خوف نہیں رہتا۔

رسول اللہ ﷺ کا خلق سخاوت، لوگوں کے اسلام قبول کرنے کا باعث اور سبب بن گیا اس شخص نے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت رسول اللہ ﷺ کے خلق سخاوت سے متاثر ہو کر دی، پوری قوم اور قبیلے کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اسلموا مسلمان ہو جاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق مالی معاملات میں:

طبرانی رحمہ اللہ اور حاکم رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ اور دوسرے قابل اعتبار محدثین نے ایک یہود کے عالم کی زبانی روایت کی ہے جس کا نام زید بن سعنہ تھا کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے اگلی کتابوں میں رسول آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف دیکھی تھی اور وہ سب اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پائے جاتے تھے، مگر دو وصفوں کا حال مجھے معلوم نہ تھا: ایک یہ کہ غصے پر حلم غالب ہو اور دوسرا یہ کہ سخت بات سننے سے غصہ نہ آوے، بلکہ اور نرمی زیادہ ہو، سو میں چاہتا تھا کہ ان دونوں باتوں کو کسی طرح سے آزمائوں۔ مدت تک اس کی انتظار میں رہا، اتفاقات سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے کھجور بطور قرض خریدے اور اس کے ادا کرنے کی ایک مدت مقرر کی، میں اس مدت سے دو تین دن پہلے آپ کے پاس گیا اور تقاضا اپنے روپوں کا شروع کیا، پھر دیکھا میں نے کہ آپ سن کے چپ ہو رہے اور یہ بھی نہیں کہتے ہیں کہ ابھی تمہارا وعدہ نہیں ہوا، تم تقاضا کیوں کرتے ہو؟ پھر میں نے سخت تقاضا کیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بہت سے غصہ میں آئے اور کوئی سخت بات مجھ سے کہیں، لیکن آپ کو ہر گز غصہ نہ آیا، یہاں تک کہ میں نے یہ بھی کہا کہ تمہارے خاندان میں اسی طرح قرض ادا کرتے ہیں؟ حیلہ حوالہ کیا کرتے ہیں؟ کسی قرض خواہ نے تم سے اپنا قرض آسانی سے نہیں وصول کیا ہوگا۔ اس بات کے سننے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور میں اُٹھ کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرتہ شریف اور چادر مبارک ہاتھ سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچنے لگا اور غصے کی آنکھوں سے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا اور کہا کہ: ابھی اٹھو اور میرا قرض ادا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے قرار ہو کے تلوار لے کر میرے سر پر آ پہنچے اور کہنے لگے کہ: اے دشمن خدا کے! تو باز نہیں آتا ہے، ابھی تیرا سر اڑا دیتا ہوں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا

کہ: مجھ کو تم سے یہ توقع نہ تھی، تم کو چاہیے تھا کہ مجھ کو سمجھاتے کہ اس کا قرض اچھی طرح آسانی سے ادا کیجئے اور اس کو سمجھاتے کہ نرمی سے تقاضا کرو، سو اس کے خلاف یہ کیا بات ہے جو تم کہتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت شرمندہ ہوئے اور عرض کی کہ: یا رسول اللہ! اس سے زیادہ مجھ میں صبر نہیں ہے، اگر آپ فرمائیں تو میں اس کا قرض ادا کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جاؤ اس کا جتنا قرض ہے وہ دو اور بیس صاع اس سے اور زیادہ اس کو دو، تاکہ تمہاری اس بدسلوکی اور سخت گوئی کا عوض ہو جائے، وہ شخص کہتا ہے کہ میں اس بات کے سنتے ہی ایمان لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری کا قائل ہوا۔

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَهُوَ يُحَدِّثُنَا: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى ﷺ يَجْلِسُ مَعَنَا فِي الْمَجْلِسِ يُحَدِّثُنَا، " فَإِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتَّى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوتِ أَزْوَاجِهِ، فَحَدَّثَنَا يَوْمًا، فَقُمْنَا حِينَ قَامَ، فَنَظَرْنَا إِلَى أَعْرَابِيٍّ قَدْ أَدْرَكَهُ، فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ، فَحَمَّرَ رَقَبَتَهُ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَكَانَ رِدَاءً خَشِنًا، فَالْتَفَتَ، فَقَالَ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ: احْمِلْ لِي عَلَى بَعِيرَيَّ هَذَيْنِ، فَإِنَّكَ لَا تَحْمِلُ لِي مِنْ مَالِكَ، وَلَا مِنْ مَالِ أَبِيكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا وَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، لَا وَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، لَا وَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، لَا أَحْمِلُ لَكَ حَتَّى تُقِيدَنِي مِنْ جَبْذَتِكَ الَّتِي جَبَذْتَنِي، فَكُلُّ ذَلِكَ، يَقُولُ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ: وَاللَّهِ لَا أُقِيدُكَهَا، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ: ثُمَّ دَعَا رَجُلًا، فَقَالَ لَهُ: احْمِلْ لَهُ عَلَى بَعِيرَيْهِ هَذَيْنِ عَلَى بَعِيرٍ شَعِيرًا، وَعَلَى الْآخَرِ تَمْرًا، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا، فَقَالَ: انْصَرِفُوا عَلَى بَرَكَةِ اللَّهِ تَعَالَى

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کرتے ہوئے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ مجلس میں بیٹھا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے باتیں کرتے تھے تو جب آپ اٹھ کھڑے ہوتے تو ہم بھی اٹھ کھڑے ہوتے یہاں تک کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے کہ آپ اپنی ازواج میں سے کسی کے گھر میں داخل ہو گئے ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے ایک دن گفتگو کی، تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے ہم بھی کھڑے ہو گئے، تو ہم نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ کر اور آپ کے اوپر چادر ڈال کر آپ کو کھینچ رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن لال ہو گئی ہے، ابوہریرہ کہتے ہیں: وہ ایک کھردری چادر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف مڑے تو اعرابی نے آپ سے کہا: میرے لیے میرے ان دونوں اونٹوں کو) غلے سے (لاد دو، اس لیے کہ نہ تو تم اپنے مال سے لاد و گے اور نہ اپنے باپ کے مال سے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا": نہیں اور میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، نہیں اور میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، نہیں اور میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں میں تمہیں نہیں دوں گا یہاں تک کہ تم مجھے اپنے اس کھینچنے کا بدلہ نہ دے دو" لیکن اعرابی ہر بار یہی کہتا رہا: اللہ کی قسم میں تمہیں اس کا بدلہ نہ دوں گا۔ پھر راوی نے حدیث ذکر کی، اور کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو بلایا اور اس سے فرمایا": اس کے لیے اس کے دونوں اونٹوں پر لاد دو: ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجور" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا": واپس جاؤ اللہ کی برکت پر بھروسہ کر کے۔ (سنن ابی داود حدیث نمبر: 4775)

علامہ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) محبت کے وجوہ واسباب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "یہ سارے اسباب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں موجود ہیں؛ کیوں کہ

آپ ﷺ جمال ظاہری و باطنی، کمال اور ہر طرح کے فضائل کو جامع ہیں اور آپ ﷺ نے خاص طور سے مسلمانوں کو صراط مستقیم، دائمی نعمت اور جہنم سے دور رہنے کی ہدایت کر کے احسان فرمایا ہے۔

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج: ۲/۱۴)

آپ ﷺ کی اپنی امت سے محبت:

واقعہ یہ ہے کہ ہر پیغمبر کو اپنی امت کے ساتھ، بلکہ ہر مقتدیٰ کو اپنے متبعین اور منتسبین کے ساتھ ایک خاص قسم کی شفقت و مہربانی کا تعلق ہوتا ہے، جس طرح ہر شخص کو اپنی اولاد کے ساتھ ایک خاص تعلق ہوتا ہے جو دوسرے انسانوں کے ساتھ نہیں ہوتا اور اس تعلق کی وجہ سے ان کی قدرتی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے چھٹکارا پائیں۔ اس شفقت و رأفت میں رسول اللہ ﷺ سب پیغمبروں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ تعلق صرف ایسا نہیں ہے کہ بات کہہ کر بے تعلق ہو گئے، بلکہ آپ کا اپنی اُمت سے قلبی تعلق ہے، ظاہراً بھی کہ آپ ان کے ہمدرد ہیں اور باطناً بھی امت کو جو تکلیف ہوتی ہے اس میں آپ بھی شریک ہوتے تھے، اور ان میں سے کسی کو تکلیف پہنچ جاتی تو آپ کو کڑھن ہوتی تھی، عیادت کے لیے تشریف لے جاتے، دوا بتاتے، مریض کو تسلی دینے کی تعلیم دیتے تھے، تکلیفوں سے بچانے کے لیے ان اُمور کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی بڑی خواہش ہے جو مختلف مواقع پر آپ سے بار بار ظاہر ہوئی کہ آپ کی اُمت دوزخ میں نہ جائے اور جن کی بد عملی اس درجے کی ہو کہ ان کا دوزخ میں جانا اور کچھ عذاب پانا ناگزیر ہو اُن کو کچھ سزا پانے کے بعد نکالا جائے، چنانچہ درج ذیل آیات، احادیث، روایات اور واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اس لیے اُمتِ محمدیہ پر لازم ہے کہ اپنے نبی ﷺ کا اتباع کریں اور سب آپس میں رحمت و شفقت کے ساتھ مل کر رہیں اور اپنی معاشرت میں رحمت اور شفقت کا مظاہرہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت پر شفیق و مہربان ہونا:

رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر کس قدر مشفق اور مہربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی بعض صفات عالیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

(لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ: تمھارے پاس ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمھاری ہی جنس سے ہیں، جن کو تمھارے نقصان کی بات نہایت گراں گذرتی ہے، جو تمھاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ (توبہ 128)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی چار عظیم صفات ذکر کی ہیں: پہلی یہ کہ آپ ﷺ جنسِ بشر سے ہیں۔ دوسری آیت میں فرمایا:

(قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے۔" (سورہ الکھف: 110)

اور فرمایا: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا

ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب پاک ہے، میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں۔" (سورہ السراء: 93)

دوسری یہ کہ اس پیغمبر ﷺ پر تمھاری ہر قسم کی تکلیف و مشقت گراں گذرتی ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین میں آسانی کو پسند فرماتے تھے اور جس کام میں

امت پر مشقت محسوس فرماتے اسے چھوڑ دیتے۔اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں،ان میں سے ایک یہ کہ معراج کے موقعہ پر جب اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کیں تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان میں بار بار تخفیف کی درخواست کی حتی کہ یہ پانچ رہ گئیں۔ دوسری یہ کہ آپ ﷺ نے نماز تراویح تین راتیں باجماعت ادا کی، پھر چوتھی رات آپ ﷺ نے اسے ترک کر دیااور فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ یہ تم پر فرض نہ کر دی جائے ۔اور تیسری یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے امت کی مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں امت کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔'' یہ تینوں مثالیں (اوران کے علاوہ اور کئی مثالیں)اس بات کی دلیل ہیں کہ آنحضور ﷺ کو امت کی مشقت برداشت نہیں تھی۔اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

(إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ ،وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ،فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا،وَاسْتَعِينُوا بِالْغُدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ)

ترجمہ: ''بے شک دین آسان ہے اور جو آدمی دین میں تکلف کرے گا اور اپنی طاقت سے بڑھ کر عبادت کرنے کی کوشش کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا۔ لہٰذا تم اعتدال کی راہ اپناؤ، اگر کوئی عبادت مکمل طور پر نہ کر سکو تو قریب قریب ضرور کرو، عبادت کے اجر وثواب پر خوش ہو جاؤ اور صبح کے وقت، شام کے وقت اور رات کے آخری حصہ میں عبادت کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔''(حدیث نمبر 39 : بَابُ الدِّينُ يُسْرٌ: الصحیح البخاری)

اور آپ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسی الأشعری رضی اللہ عنہ کو دعوتِ اسلام کیلئے یمن کی طرف روانہ فرمایا تو آپ نے انھیں حکم دیا کہ

(يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا ،وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا،وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا)

ترجمہ: ''لوگوں کیلئے آسانی پیدا کرنا اور انھیں سختی اور پریشانی میں نہ ڈالنا اور ان کو خوشخبری دینا، دین سے نفرت نہ دلانا۔ اور دونوں مل جل کر کام کرنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا۔'' (مشکوۃ المصابیح حدیث نمبر: 3724)

اور تیسری صفت یہ کہ رسول اللہ تمھاری ہدایت اور دنیوی و اخروی منفعت کے خواہشمند رہتے ہیں اور تمھارا جہنم میں جانا پسند نہیں کرتے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَزَعُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ، فَيَقْتَحِمْنَ فِيهَا، فَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقْتَحِمُونَ فِيهَا)

ترجمہ: ''بے شک میری اور لوگوں کی مثال اُس آدمی کی طرح ہے جو آگ جلائے، پھر جب آگ اپنے ارد گرد کو روشن کر دیتی ہے تو پتنگے اور یہ جانور جو کہ آگ میں کود پڑتے ہی وہ آگ میں گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ آگ جلانے والا آدمی انھیں آگ سے پرے ہٹاتا ہے لیکن وہ اس پر غالب آکر آگ میں کود پڑتی ہیں۔ اور میں بھی تمھیں تمھاری کمر سے پکڑ پکڑ کر کھینچتا ہوں تاکہ تم جہنم کی آگ میں نہ چلے جاؤ لیکن (تم مجھ سے دامن چھڑا کر) زبردستی جہنم کی آگ میں داخل ہوتے ہو۔'' (صحیح البخاري/كتاب الرِّقَاقِ/حدیث: 6483)

اور چوتھی صفت یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت مشفق اور بڑے ہی مہربان ہیں۔ اِس ضمن میں بھی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ یہاں ہم صرف دو احادیث پر اکتفاء کریں گے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ أُطِيلُهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ وَجْدِ أُمِّهِ عَلَيْهِ مِنْ بُكَائِهِ)

ترجمہ: ”میں نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہوں اور میری نیت یہ ہوتی ہے کہ میں اسے لمبی کروں گا لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اس کے رونے کیوجہ سے اس کی ماں اس پر ترس کھاتی ہے۔“ (صحیح البخاري/کتاب الأذانِ/حدیث:709)

عَنْ عَائِشَةَ ,قَالَتْ: قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ,فَقَالُوا: أَتُقَبِّلُونَ صِبْيَانَكُمْ؟ قَالُوا: نَعَمْ ,فَقَالُوا: لَكِنَّا وَاللَّهِ مَا نُقَبِّلُ ,فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَأَمْلِكُ أَنْ كَانَ اللَّهُ قَدْ نَزَعَ مِنْكُمُ الرَّحْمَةَ؟.")

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ کچھ دیہاتی لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: کیا آپ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہاں۔ تو وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے۔

(باب: برِّ الوالدِ والِاحسانِ إلَی البناتِ: حدیث نمبر: 3665 سنن ابن ماجہ)

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (أَوَ أَمْلِكُ إِنْ كَانَ اللهُ نَزَعَ مِنْكُمُ الرَّحْمَةَ)

ترجمہ: ”اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں سے رحمت کو کھینچ لیا ہے تو میں کیا کروں؟“

امت کی دو قسمیں ہیں:

1. امتِ دعوت
2. امتِ اجابت۔

امتِ دعوت: میں قیامت تک آنے والے تمام لوگ شامل ہیں، چاہے مسلمان ہوں یا نہ ہوں؛ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ سب کے لیے رحمۃ للعالمین ہیں، آپ کی نبوت کسی قوم اور کسی ملک کے ساتھ خاص نہیں ہے، اس لیے اس اعتبار سے غیر مسلم بھی آپ ﷺ کی ''امتِ دعوت'' میں شامل ہیں۔

دوسری قسم ''امتِ اجابت'' ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور آپ پر ایمان لائے اور کسی دوسرے دین کو قبول نہیں کیا، اس کو **''امتِ اجابت''** کہتے ہیں، ان کے لیے مغفرت کا وعدہ ہے، اور تمام فضائل اور مناقب اسی امتِ اجابت کے لیے خاص ہیں۔

لہذا تمام غیر مسلم ''امتِ دعوت'' میں اور تمام مسلمان ''امتِ اجابت'' میں داخل ہیں۔

اُمت محمدیہ سب سے افضل امت

رسول اکرم ﷺ کی امت سابقہ تمام امتوں کی نسبت سب سے افضل اور بہترین امت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

ترجمہ: ''اور اسی طرح ہم نے تم کو افضل امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ

اور رسول تم پر گواہ ہو۔“

(سورۃ البقرۃ:143)

نیز فرمایا:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

ترجمہ:”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے پیدا کی گئی ہے (کیونکہ) تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔“

(سورۃ آل عمران:110)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِي أَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْأُمَمِ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ: من يعمل إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ. ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ؟ أَلَا فَأَنْتُمُ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ أَلَا لَكُمُ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالُوا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰه

تَعَالَی: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا. قَالَ اللهُ تَعَالَى: فَإِنَّهُ فَضْلِي أُعْطِيهِ مَنْ شِئْتُ. رَوَاهُ الْبُخَارِ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمھاری مدت سابقہ امتوں کی مدت کے مقابلے میں اتنی ہے جتنی نمازِ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک ہوتی ہے۔ اور تمھاری اور یہود و نصاری کی مثال ایسے ہے جیسا کہ ایک آدمی کچھ مزدور لے آئے اور کہے: صبح سے دوپہر تک ایک قیراط پر کون مزدوری کرے گا؟ تو یہودیوں نے ایک قیراط پر دوپہر تک مزدوری کی۔ پھر اس نے کہا: اب دوپہر سے نمازِ عصر تک ایک قیراط پر کون مزدوری کرے گا؟ تو نصاری نے دوپہر سے نمازِ عصر تک ایک ایک قیراط پر مزدوری کی۔ پھر اس نے کہا: اب نمازِ عصر سے غروبِ آفتاب تک دو قیراط پر کون مزدوری کرے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: خبردار! وہ تم ہی ہو جنھوں نے نمازِ عصر سے غروبِ آفتاب تک دو قیراط پر مزدوری کی، خبردار! تمھارا اجر دوگنا ہے۔ چنانچہ یہود و نصاری غضبناک ہو کر کہنے لگے: ہم نے زیادہ مزدوری کی تھی لیکن ہمیں اجر کم ملا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارا حق مارا اور تم پر ظلم کیا ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں اسے عطا کروں۔"

(حدیث نمبر 6283 : مشکوۃ المصابیح)

امتِ محمدیہ کی فضیلت کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر اس امت پر سلام پیش کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلام اُمّتِ محمدیہ کے نام:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لقيت إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَقْرِئْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَأَنَّهَا قِيعَانٌ، وَغِرَاسُهَا: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ"

(سنن الترمذی: 3462، کتاب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا " معراج کی شب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے محمد! اپنی امت سے میرا سلام کہئے اور انہیں بتلائیے کہ جنّت کی مٹّی بڑی زرخیز ہے اس کا پانی میٹھا ہے اور وہ بالکل برابر ہے اور یہ بھی بتلادیں کہ اس کی باغبانی "سبحان اللہ، والحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر سے ہوتی ہے۔

تشریح: شبِ معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سے ایسے امور کا مشاہدہ کرایا گیا جن میں اُمّت کے لئے بشارت کا سامان ہے، لیکن اُمّت کے عمومی افراد کی یہ بہت بڑی بد قسمتی ہے وہ ان بشارتوں سے مکمل طور سے غفلت میں ہیں، انہیں معراج سے متعلقہ بدعتیں تو یاد رہتی ہیں، انہیں شبِ معراج کا جشن منانا تو یاد رہتا ہے لیکن ان بشارتوں پر عمل کی توفیق نہیں ہوتی، یہ کتنی بڑی بشارت ہے کہ اس اُمّت پر نماز تو فرض پانچ وقت کی ہے لیکن اسے اجر پچاس فرضوں کا مل رہا ہے، یہ کتنی عظیم نعمت و بشارت ہے کہ اس شب معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورہ بقرہ کی آخری آیتیں نصیب ہو رہی ہیں کہ جو بندہ بھی

اسے پڑھتا ہے اور جو سوال بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا کرتا ہے اور جس گھر میں یہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں شیطان اس گھر سے اپنا ڈیرہ اٹھا لیتا ہے۔یہ کس قدر عظیم بشارت ہے کہ اس شب اللہ تعالیٰ یہ وعدہ کررہا ہے کہ اس امت کا کوئی فرد اگر باریِ تعالیٰ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہیں کرتا تو اس کے تمام کبائر معاف کئے جاسکتے ہیں، یہ کس قدر عظیم نعمت ہے کہ اس معجزہ نما سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر کچھ ایسے خوش قسمت لوگوں پر ہوتا ہے جو ایک ہی دن میں بیج ڈالنے کے لئے کھیت تیار کرتے ہیں، اسی وقت اس میں بیج ڈالتے ہیں اور اسی لمحہ کھیتی تیار ہو جاتی ہے اور وہ لوگ اسی وقت کٹائی بھی کر کے غلہ اپنے گھر لے آتے ہیں اور جیسے ہی اس کھیتی کو کاٹ کر فارغ ہوتے ہیں، وہ دوبارہ کاٹنے کے لائق ہو جاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال فرمایا تو اس سفر کے ساتھی حضرت جبریل □ نے جواب دیا کہ یہ لوگ آپ کی اُمّت کے مجاہدین ہیں جن کی نیکیاں سات سو گنا تک بڑھائی جارہی ہیں۔انہیں عظیم بشارتوں میں سے ایک بشارت وہ بھی ہے جو زیر بحث حدیث میں مذکور ہے کہ ساتویں آسمان پر اللہ کے دونوں خلیلوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی عزیز ترین بیٹے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ان کی امت کو ایک قیمتی تحفہ دیتے ہیں اولاً تو شدّتِ محبت میں انہیں اپنے سلام کا تحفہ پیش کیا پھر جنّت میں لے جانے والے ایک بہت ہی آسان اور اجر و معنی کے لحاظ سے بڑے عظیم عمل کی طرف ایک پرکشش اسلوب سے توجہ دلاتے ہیں کہ جنت کی مٹی بڑی زرخیر اور اس کا پانی بڑا میٹھا ہے، اس میں جس چیز کی بھی کھیتی کی جائے وہ ضائع نہیں ہوتی، نیز یہ بھی کہ جنت کی زمین بالکل برابر اور اس میں ریائی کے لئے ہر شخص کی جگہ خالی اور ہر ایک کے لئے کافی ہے، اس لئے ہر وہ شخص جو جنّت کا خواہش مند ہے اسے چاہئے کہ اس میں کھیتی کرنے اور ریائی کرنے کا اہتمام کرے، اور یہ بھی واضح رہے کہ جنّت کی کھیتی اور اس میں

رہائی کوئی مشکل اور شاق کام نہیں ہے بلکہ جنّت میں رہائی نیک اعمال کی ہوتی ہے، انہیں نیک اعمال میں سے "سبحان اللہ والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر" کا کثرتِ ذکر ہے ، کیونکہ یہ کلمات باقیات صالحات میں سے ہیں، یہ کلمات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے محبوب ہیں، ان کلمات کا ورد کرنے والا کبھی نقصان اور گھاٹے میں نہیں رہتا، سچ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ "جس شخص نے سبحان اللہ العظیم و بحمدہ پڑھا اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت گاڑ دیا گیا۔

سلام کے جواب کا طریقہ

جو شخص کسی کا سلام آپ تک پہنچائے اُسے ان الفاظ میں جواب دینا چاہیے :

وَ عَلَيْكَ وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُه"، اس کا ترجمہ یہ ہے: "آپ پر اور اس پر سلامتی ہو، اور اللہ کی رحمت اور برکتیں"۔

سلام بھیجنے والے کے سلام کے جواب کے یہ الفاظ حدیثِ مبارک سے ثابت ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت دعوت سے محبت:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک سے آواز کا آنا

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارِكِ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشِّخِّيرِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: «أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي وَلِجَوْفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس وقت آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے سے رونے کی آواز اس طرح آتی تھی جیسا کی ہنڈیا کے جوش مارنے کی آواز ہوتی ہے

(حدیث نمبر: 321 جامع ترمذی)

عبداللہ بن ابی ابن سلول کا جنازہ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ:

"لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَثَبْتُ إِلَيْهِ, فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ؟ , قَالَ: يَوْمَ كَذَا وَ كَذَا كَذَا وَ كَذَا أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ: أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ، فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ: إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ فَغُفِرَ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا , قَالَ: فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ,

ثُمَّ انْصَرَفَ، فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةٌ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ إِلَى قَوْلِهِ وَهُمْ فَاسِقُونَ سورة التوبة آية 84 , قَالَ: فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ, وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول مرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پر نماز جنازہ کے لیے کہا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اس نے فلاں دن فلاں بات کہی تھی اور فلاں دن فلاں بات۔ میں اس کی کفر کی باتیں گننے لگا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا عمر! اس وقت پیچھے ہٹ جاؤ۔ لیکن جب میں بار بار اپنی بات دہراتا رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھے اللہ کی طرف سے اختیار دے دیا گیا ہے، میں نے نماز پڑھانی پسند کی اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ مرتبہ اس کے لیے مغفرت مانگنے پر اسے مغفرت مل جائے گی تو اس کے لیے اتنی ہی زیادہ مغفرت مانگوں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور واپس ہونے کے تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورۃ براۃ کی دو آیتیں نازل ہوئیں۔ ”کسی بھی منافق کی موت پر اس کی نماز جنازہ آپ ہرگز نہ پڑھایئے۔“ آیت ((وھم فاسقون)) تک اور اس کی قبر پر بھی مت کھڑے ہوں، ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو نہیں مانا اور مرے بھی تو نافرمان رہ کر۔ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور اپنی اسی دن کی دلیری پر تعجب ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول (ہر مصلحت کو)

زیادہ جانتے ہیں۔ (حدیث نمبر: 1366 صحیح بخاری)

آپ ﷺ کا مشرق و مغرب والوں کی فکر کرنا:

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا، وَنَظَرَ إِلَى الشَّامِ، فَقَالَ: " اللَّهُمَّ أَقْبِلْ بِقُلُوبِهِمْ "، وَنَظَرَ إِلَى الْعِرَاقِ، فَقَالَ نَحْوَ ذَلِكَ، وَنَظَرَ قِبَلَ كُلِّ أُفُقٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ، وَقَالَ: " اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا مِنْ ثَمَرَاتِ الْأَرْضِ، وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا وَصَاعِنَا ".

ترجمہ: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی ﷺ نے شام کی جانب رخ کیا اور میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ ان کے دلوں کو پھیر دے پھر عراق کی طرف رخ کیا اور یہی دعاء فرمائی اور افق کی سمت رخ کر کے اسی طرح دعاء کرنے کے بعد فرمایا: اے اللہ ہمیں زمین کے پھل عطا فرما اور ہمارے مد اور ہمارے صاع میں برکت عطا فرما۔

(حدیث نمبر: مسند احمد 14690)

آپ ﷺ کی امت کے لیے دوگنا اجر:

حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: " ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ الرَّجُلُ تَكُونُ لَهُ الْأَمَةُ، فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيمَهَا، وَيُؤَدِّبُهَا فَيُحْسِنُ أَدَبَهَا، ثُمَّ يُعْتِقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا فَلَهُ أَجْرَانِ، وَمُؤْمِنُ أَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِي كَانَ مُؤْمِنًا ثُمَّ آمَنَ بِالنَّبِيِّ ﷺ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَالْعَبْدُ الَّذِي يُؤَدِّي حَقَّ اللَّهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهِ "، ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ: وَأَعْطَيْتُكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ وَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِي

أَهْوَنَ مِنْهَا إِلَى الْمَدِينَةِ

ترجمہ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جنہیں دوگنا ثواب ملتا ہے۔ اول وہ شخص جس کی لونڈی ہو، وہ اسے تعلیم دے اور تعلیم دینے میں اچھا طریقہ اختیار کرے، اسے ادب سکھائے اور اس میں اچھے طریقے سے کام لے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دہرا اجر ملے گا۔ دوسرا وہ مومن جو اہل کتاب میں سے ہو کہ پہلے (اپنے نبی پر ایمان لایا تھا) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لایا تو اسے بھی دہرا اجر ملے گا، تیسرا وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی بھی ادائیگی کرتا ہے اور اپنے آقا کے ساتھ بھی بھلائی کرتا ہے۔" اس کے بعد شعبی (راوی حدیث) نے کہا کہ میں نے تمہیں یہ حدیث بلا کسی محنت و مشقت کے دے دی ہے۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا جب اس سے بھی کم حدیث کے لیے مدینہ منورہ تک کا سفر کرنا پڑتا تھا۔

(صحیح بخاری 3011: حدیث نمبر)

ایک شخص کا مسلمان ہونا سرخ اونٹوں سے بہتر ہے

غزوہ خیبر کا واقعہ:

أَخْبَرَنِي سَهْلٌ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ: " لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، فَبَاتَ النَّاسُ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَى فَغَدَوْا كُلُّهُمْ يَرْجُوهُ، فَقَالَ: أَيْنَ عَلِيٌّ فَقِيلَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ، وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ، فَقَالَ:

أُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا، فَقَالَ: انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللَّهِ لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی لڑائی کے دن فرمایا "کل میں ایسے شخص کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اسلامی فتح حاصل ہو گی، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور جس سے اللہ اور اس کا رسول بھی محبت رکھتے ہیں۔" رات بھر سب صحابہ کے ذہن میں یہی خیال رہا کہ دیکھئیے کہ کسے جھنڈا ملتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو ہر شخص امیدوار تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا "علی کہاں ہیں؟" عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھوں میں درد ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مبارک تھوک ان کی آنکھوں میں لگا دیا۔ اور اس سے انہیں صحت ہو گئ، کسی قسم کی بھی تکلیف باقی نہ رہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کو جھنڈا عطا فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا میں ان لوگوں سے اس وقت تک نہ لڑوں جب تک یہ ہمارے ہی جیسے یعنی مسلمان نہ ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ یوں ہی چلا جا۔ جب ان کی سرحد میں اترے تو انہیں اسلام کی دعوت دینا اور انہیں بتانا کہ (اسلام کے ناطے) ان پر کون کون سے کام ضروری ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ اللہ ایک شخص کو بھی مسلمان کر دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (حدیث نمبر: 3009 صحیح بخاری)

حدیث حارث بن مسلم التمیمی:

حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ التَّمِيمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ نَحْوَهُ: إِلَى قَوْلِهِ: جِوَارٌ مِنْهَا إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِيهِمَا قَبْلَ أَنْ يُكَلِّمَ أَحَدًا، قَالَ عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ فِيهِ: إِنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، وَقَالَ عَلِيٌّ وَابْنُ الْمُصَفَّى: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ، فَلَمَّا بَلَغْنَا الْمُغَارَ اسْتَحْثَثْتُ فَرَسِي فَسَبَقْتُ أَصْحَابِي، وَتَلَقَّانِي الْحَيُّ بِالرَّنِينِ، فَقُلْتُ لَهُمْ: قُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ تُحْرَزُوا، فَقَالُوهَا، فَلَامَنِي أَصْحَابِي، وَقَالُوا: حَرَمْتَنَا الْغَنِيمَةَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَخْبَرُوهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ، فَدَعَانِي فَحَسَّنَ لِي مَا صَنَعْتُ، وَقَالَ: أَمَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ كَتَبَ لَكَ مِنْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ كَذَا وَكَذَا"، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: فَأَنَا نَسِيتُ الثَّوَابَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ ﷺ: أَمَا إِنِّي سَأَكْتُبُ لَكَ بِالْوَصَاةِ بَعْدِي، قَالَ: فَفَعَلَ، وَخَتَمَ عَلَيْهِ، فَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَقَالَ لِي، ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُمْ، وَقَالَ ابْنُ الْمُصَفَّى قَالَ: سَمِعْتُ الْحَارِثَ بْنَ مُسْلِمِ بْنِ الْحَارِثِ التَّمِيمِيَّ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ

ترجمہ: حارث بن مسلم تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح فرمایا جیسے اوپر گزرا «كتب لك جوار منها» تک مگر اس میں دونوں میں اتنا اضافہ ہے کہ: یہ دعا کسی سے بات کرنے سے پہلے پڑھے۔ اور علی اور ابن مصفٰی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک سریہ میں بھیجا پھر جب ہم اس جگہ کے قریب پہنچے جہاں ہمیں چھاپہ مارنا اور حملہ کرنا تھا، تو میں نے اپنے گھوڑے کو تیزی سے آگے بڑھایا اور اپنے ساتھیوں سے آگے نکل

گیا، بستی والے (ہمیں دیکھ کر) چیخنے چلانے لگے، میں نے ان سے کہا: «لا إله إلا الله» کہہ دو (ایمان لے آؤ) تو بچ جاؤ گے، تو انہوں نے «لا إله إلا الله» کہہ دیا، میرے ساتھی مجھے ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے: تو نے ہمیں غنیمت سے محروم کر دیا، جب وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، تو ان لوگوں نے میں نے جو کیا تھا اس سے آپ کو باخبر کیا، تو آپ نے مجھے بلایا اور میرے کام کی تعریف کی اور فرمایا: سن! اللہ نے تمہیں اس بستی کے ہر ہر فرد کے بدلے اتنا اتنا ثواب دیا ہے (عبدالرحمٰن کہتے ہیں: میں ثواب بھول گیا)، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تیرے لیے ایک وصیت نامہ لکھ دیتا ہوں (وہ میرے بعد تیرے کام آئے گا)، پھر آپ نے لکھا، اس پر اپنی مہر ثبت کی اور مجھے دے دیا اور فرمایا، پھر راوی نے اسی مفہوم کی حدیث بیان کی۔

(حدیث نمبر: 5080 سنن ابی داود)

آپ ﷺ کا امت اجابت سے محبت کا انداز:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: تَلَا قَوْلَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي إِبْرَاهِيمَ: رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي سورة إبراهيم آية 36 الْآيَةَ، وَقَالَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَام: إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ سورة المائدة آية 118، فَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَقَالَ: اللَّهُمَّ، أُمَّتِي، أُمَّتِي، وَبَكَى، فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا جِبْرِيلُ، اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ، فَسَلْهُ مَا يُبْكِيكَ؟ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَسَأَلَهُ، فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَا قَالَ، وَهُوَ أَعْلَمُ، فَقَالَ اللَّهُ: يَا

جِبْرِيلُ، اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ، فَقُلْ: إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوؤُكَ

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی جس میں ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے: «رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي» ”اے رب! انہوں نے بہکایا (یعنی بتوں نے) بہت لوگوں کو، سو جو کوئی میری راہ پر چلا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے۔“ اور یہ آیت جس میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے: "إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" "اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور جو تو ان کو بخش دے تو تو مالک ہے حکمت والا۔“ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: «اللَّهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي» ”اے پروردگار میرے! امت میری، امت میری۔ اور رونے لگے“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤ اور رب تیرا خوب جانتا ہے لیکن تم جا کر ان سے پوچھو وہ کیوں روتے ہیں؟ جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا: آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب حال بیان کیا جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے جا کر عرض کیا: حالانکہ وہ خوب جانتا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے جبرئیل! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جا اور کہہ ہم تم کو خوش کر دیں گے تمہاری امت میں اور ناراض نہیں کریں گے“۔ (حدیث نمبر: 499 صحیح مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت سے عالم دنیا میں محبت:

ساری رات ایک آیت کی تلاوت:

حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا قُدَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَتْنِي جَسْرَةُ بِنْتُ دَجَاجَةَ، أَنَّهَا انْطَلَقَتْ مُعْتَمِرَةً، فَانْتَهَتْ إِلَى الرَّبَذَةِ، فَسَمِعَتْ أَبَا ذَرٍّ، يَقُولُ: "قَامَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ فَصَلَّى بِالْقَوْمِ، ثُمَّ تَخَلَّفَ أَصْحَابٌ لَهُ يُصَلُّونَ، فَلَمَّا رَأَى قِيَامَهُمْ وَتَخَلُّفَهُمْ انْصَرَفَ إِلَى رَحْلِهِ، فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمَ قَدْ أَخْلَوْا الْمَكَانَ رَجَعَ إِلَى مَكَانِهِ فَصَلَّى، فَجِئْتُ فَقُمْتُ خَلْفَهُ، فَأَوْمَأَ إِلَيَّ بِيَمِينِهِ، فَقُمْتُ عَنْ يَمِينِهِ، ثُمَّ جَاءَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَقَامَ خَلْفِي وَخَلْفَهُ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ بِشِمَالِهِ، فَقَامَ عَنْ شِمَالِهِ، فَقُمْنَا ثَلَاثَتُنَا يُصَلِّي كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا بِنَفْسِهِ، وَيَتْلُو مِنَ الْقُرْآنِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَتْلُوَ، فَقَامَ بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ يُرَدِّدُهَا حَتَّى صَلَّى الْغَدَاةَ، فَبَعْدَ أَنْ أَصْبَحْنَا أَوْمَأْتُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنْ سَلْهُ مَا أَرَادَ إِلَى مَا صَنَعَ الْبَارِحَةَ؟ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: بِيَدِهِ لَا أَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ حَتَّى يُحَدِّثَ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، قُمْتَ بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَمَعَكَ الْقُرْآنُ؟! لَوْ فَعَلَ هَذَا بَعْضُنَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ! قَالَ: دَعَوْتُ لِأُمَّتِي، قَالَ: فَمَاذَا أُجِبْتَ، أَوْ مَاذَا رُدَّ عَلَيْكَ؟ قَالَ: أُجِبْتُ بِالَّذِي لَوْ اطَّلَعَ عَلَيْهِ كَثِيرٌ مِنْهُمْ طَلْعَةً تَرَكُوا الصَّلَاةَ، قَالَ: أَفَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قَالَ: بَلَى، فَانْطَلَقْتُ مُعْنِقًا قَرِيبًا مِنْ قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ، فَقَالَ: عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ إِنْ تَبْعَثْ إِلَى النَّاسِ بِهَذَا نَكَلُوا عَنِ الْعِبَادَةِ، فَنَادَى أَنْ ارْجِعْ فَرَجَعَ، وَتِلْكَ الْآيَةُ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

ترجمہ: جسرہ بنت دجاجہ کہتی ہیں کہ وہ ایک مرتبہ عمرہ کے لئے جا رہی تھیں مقام ربذہ میں پہنچیں تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشاء کی نماز کے وقت لوگوں کو نماز پڑھائی نماز کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیچھے ہٹ کر نوافل پڑھنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دیکھ کر اپنے خیمے میں واپس چلے گئے جب دیکھا کہ لوگ جا چکے ہیں تو اپنی جگہ پر واپس آکر نوافل پڑھنے شروع کر دیئے میں پیچھے سے آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ سے مجھے اشارہ کیا اور میں ان کی دائیں جانب جا کر کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی آگئے وہ ہمارے پیچھے کھڑے ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ سے ان کی طرف اشارہ کیا اور وہ بائیں جانب جا کر کھڑے ہو گئے۔ اس طرح ہم تین آدمیوں نے قیام کیا اور ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑھ رہا تھا اور اس میں جتنا اللہ کو منظور ہوتا قرآن کریم کی تلاوت کرتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قیام میں ایک ہی آیت کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہو گیا صبح ہوئی تو میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رات کے عمل کے متعلق سوال کریں لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے جواب دیا کہ میں تو اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ نہیں پوچھوں گا جب تک وہ از خود بیان نہ فرمائیں۔ چنانچہ ہمت کر کے میں نے خود ہی عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ساری رات قرآن کریم کی ایک ہی آیت پڑھتے رہے حالانکہ آپ کے پاس تو سارا قرآن ہے؟ اگر ہم میں سے کوئی شخص ایسا کرتا تو ہمیں اس پر غصہ آتا اگر لوگوں کو پتہ چل جائے تو وہ نماز پڑھنا بھی چھوڑ دیں میں نے عرض کیا کہ کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری

نہ سنادوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں چنانچہ میں گردن موڑ کر جانے لگا ابھی اتنی دور ہی گیا تھا کہ جہاں تک پتھر پہنچ سکے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اگر آپ نے انہیں یہ پیغام دے کر لوگوں کے پاس بھیج دیا تو وہ عبادت سے بے پرواہ ہو جائیں گے اس پر نبی کریم ﷺ نے انہیں آواز دے کر واپس بلالیا اور وہ واپس آگئے اور وہ آیت یہ تھی (إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب میں مبتلا کر دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کردے تو تو بڑا غالب حکمت والا ہے۔ (حدیث نمبر: 21495 مسند احمد)

ایک مقبول دعا امت کے لیے:

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: " لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ، فَأُرِيدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ أَخْتَبِيَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے تو میں چاہتا ہوں اگر اللہ نے چاہا کہ اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھوں۔ (حدیث نمبر: 7474 صحیح بخاری)

عالم برزخ میں اپنی امت سے محبت:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰہِ ملائِکۃً سیّاحینَ فی الأرضِ یبلّغونی عن أمّتیَ السّلامَ قالَ (حَیاتِی خَیْرٌ لَکُمْ وَمَماتِی خَیْرٌ لَکُمْ تُحَدِّثُونَ وَیُحَدَّثُ لَکُمْ، وَوَفَاتِی خَیْرٌ لَکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ أَعْمَالُکُمْ فَمَا رَأَیْتُ مِنْ خَیْرٍ حَمِدْتُ اللّٰہَ عَلَیْہِ وَمَا رَأَیْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ لَکُمْ) رَوَاہُ الْبَزَّارُ وَرِجَالُہُ رِجَالُ الصَّحِیحِ.

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالی کی طرف سے (زمین پر) سیاحت (چکر لگانے والے) کرنے والے فرشتے (مقرر) ہیں، جو میرے پاس میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم مجھ سے اور میں تم سے بات چیت کر سکتا ہوں اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے، کہ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، جو نیکی ہوتی ہے تو اس پر میں شکر ادا کرتا ہوں اور جو کسی کی برائی ہوتی ہے، تو اس پر میں تمہارے لیے اللہ تعالی سے استغفار کرتا ہوں۔

(مسند البزار، حدیث نمبر: 1925، ط: مکتبۃ العلوم والحکم)

اپنے بھائیوں سے ملاقات:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبرستان تشریف لائے تو فرمایا: ’’ان گھروں کے رہنے والے مومنوں تم پر سلامتی ہو، اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی یقیناً تمہارے پاس پہنچنے والے ہیں، میری خواہش تھی کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔‘‘ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ’’تم میرے ساتھی ہو، اور ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی نہیں آئے۔‘‘ صحابہ نے پھر عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ اپنی امت کے ان افراد کو کیسے پہچانیں گے جو ابھی نہیں آئے اور وہ بعد میں آئیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے بتاؤ، اگر کسی شخص کا سفید ٹانگوں اور سفید پیشانی والا گھوڑا، سیاہ گھوڑوں میں ہو تو کیا وہ اپنے گھوڑے کو نہیں پہچانے گا؟‘‘ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں اللہ کے رسول! ضرور پہچان لے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ’’پس وہ آئیں گے تو وضو کی وجہ سے ان کے ہاتھ پاؤں اور پیشانی چمکتی ہو گی جبکہ میں حوض کوثر پر ان کا پیش رو ہوں گا۔‘‘

(حدیث نمبر: 298 مشکوۃ شریف)

آپ ﷺ کا عالم آخرت میں امت سے محبت کا انداز

روزِ قیامت آپ ﷺ سے ملاقات کہاں ہو گی؟

حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ، أَنْ يَشْفَعَ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقَالَ: " أَنَا فَاعِلٌ " قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَيْنَ أَطْلُبُكَ، قَالَ: " اطْلُبْنِي أَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِي عَلَى الصِّرَاطِ "، قَالَ: قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ؟ قَالَ: " فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْمِيزَانِ "، قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيزَانِ؟ قَالَ: " فَاطْلُبْنِي عِنْدَ الْحَوْضِ فَإِنِّي لَا أُخْطِئُ هَذِهِ الثَّلَاثَ الْمَوَاطِنَ "، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ قیامت کے دن میرے لیے شفاعت فرمائیں، آپ نے فرمایا: ”ضرور کروں گا“۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں آپ کو کہاں تلاش کروں گا؟ آپ نے فرمایا: ”سب سے پہلے مجھے پل صراط پر ڈھونڈنا“، میں نے عرض کیا: اگر پل صراط پر آپ سے ملاقات نہ ہو سکے، تو فرمایا: ”تو اس کے بعد میزان کے پاس ڈھونڈنا“، میں نے کہا: اگر میزان کے پاس بھی ملاقات نہ ہو سکے تو؟ فرمایا: ”اس کے بعد حوض کوثر پر ڈھونڈنا، اس لیے کہ میں ان تین جگہوں میں سے کسی جگہ پر ضرور ملوں گا“۔ (حدیث نمبر: 2433 جامع ترمذی)

روزِ قیامت آپ ﷺ کا ممبر خالی کیوں ہو گا؟

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «لِلْأَنْبِيَاءِ مَنَابِرُ

مِنْ ذَهَبٍ»، قَالَ: """ فَيَجْلِسُونَ عَلَيْهَا وَيَبْقَى مِنْبَرِي لَا أَجْلِسُ عَلَيْهِ -أَوْ لَا أَقْعُدُ عَلَيْهِ- قَائِمًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّي مَخَافَةَ أَنْ يَبْعَثَ بِي إِلَى الْجَنَّةِ وَيُبْقِي أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي، فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا مُحَمَّدُ مَا تُرِيدُ أَنْ أَصْنَعَ بِأُمَّتِكَ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ، فَيُدْعَى بِهِمْ فَيُحَاسَبُونَ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِي، فَمَا أَزَالُ أَشْفَعُ حَتَّى أُعْطَى صِكَاكًا بِرِجَالٍ قَدْ بُعِثَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ، وَآتِي مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ، مَا تَرَكْتَ لِلنَّارِ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِي أُمَّتِكَ مِنْ بَقِيَّةٍ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (قیامت کے دن) انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر بچھائے جائیں گے۔ سب اپنے اپنے منبر پر بیٹھ جائیں گے اور میرا منبر بچ جائے گا۔ میں اس پر نہیں بیٹھوں گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا رہوں گا کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہوگا کہ اگر میں پہلے جنت میں چلا گیا تو میرے بعد میری امت کہیں جنت میں جانے سے نہ رہ جائے۔ میں کہوں گا: یااللہ! میری امت، میری امت، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ کی امت کے ساتھ کیا کیا جائے؟ میں کہوں گا: یااللہ ان کا حساب جلدی لے لیا جائے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو بلا کر حساب لے لیا جائے گا۔ ان میں سے کچھ لوگ اللہ کی رحمت سے جنت میں چلے جائیں گے اور کچھ لوگ میری شفاعت سے، پھر میں مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک دوزخ میں جانے والوں کی فہرست مجھے دے دی جائے گی۔ پھر میں داروغہ جہنم کے پاس آؤں گا، وہ کہے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے اپنا کوئی امتی جہنم میں نہیں چھوڑا۔ (حدیث نمبر: 220 المستدرک حاکم)

محبت رسول ﷺ کی اہمیت

آپ ﷺ کی محبت جزء ایمان ہے:

ایمان کے وجود کا دارومدار محبت رسول اللہ ﷺ پر ہے۔ مسلمان اسی وقت کامیاب وکامران ہوگا جب کہ اسکے دل میں رسول کریم ﷺ کی محبت وعقیدت تمام مخلوقات سے زیادہ ہو۔۔۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ فرما دیجیئے کہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال و دولت اور وہ تجارت جس کے کم ہونے سے تم ڈرتے ہو اور تمارے وہ گھر (رہائشگاہیں) جنھیں تم پسند کرتے ہو اگر تمہیں یہ اللہ تعالی اور اسکے ﷺ اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز (پسند) ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالی اپنا عذاب لے آئے اور اللہ تعالی فاسقوں (گمراہوں) کو ہدایت نہیں دیتا سورۂ توبہ کی اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے آٹھ طرح کے لوگوں اور چیزوں کا تذکرہ فرما کر انسانیت کو اپنی ذات رحیم اور رسول کریم ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ کی محبت کو واجب قرار دیا ہے اور اسے فوقیت نہ دینے والوں کو عذاب الٰہیہ کا مستحق ٹھہرایا ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ صراحتاً فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو آدمی آپ ﷺ کو اپنی نفس سے زیادہ عزیز نہ رکھے وہ مومن نہیں، اولویت دو چیزوں کو شامل ہے۔

آپ ﷺ سے محبت وانس اپنی جان سے زیادہ ہو۔ انسان کا اپنے اوپر کوئی حکم نہ ہو بلکہ اسکے نفس پر رسول اللہ ﷺ کا حکم ایسے نافذ ہو جیسے آقا اپنے غلام اور باپ اپنی اولاد پر حکم چلاتا ہے بلکہ آپ ﷺ کا حکم اس سے بھی بڑھ کر ہو۔

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت دینِ حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کمال ایمان ہے:

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:" لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہ ہو گا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے۔ (صحیح بخاری:15)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت رفاقت ایمان ہے:

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ السَّاعَةِ، فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟، قَالَ:" وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟" قَالَ: لَا شَيْءَ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﷺ، فَقَالَ:" أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ". قَالَ أَنَسٌ: فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرَحَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ"، قَالَ أَنَسٌ: فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ ، وَعُمَرَ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ۔

ترجمہ: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، ان سے ثابت نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک صاحب (ذوالخویصرہ یا ابو موسیٰ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے بارے میں پوچھا

کہ قیامت کب قائم ہو گی؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لیے تیاری کیا کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کچھ بھی نہیں، سوا اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہارا حشر بھی انہیں کے ساتھ ہو گا جن سے تمہیں محبت ہے۔" انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں کبھی اتنی خوشی کسی بات سے بھی نہیں ہوئی جتنی آپ کی یہ حدیث سن کر ہوئی کہ "تمہارا حشر انہیں کے ساتھ ہو گا جن سے تمہیں محبت ہے۔" انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی رسول اللہ ﷺ سے اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور ان سے اپنی اس محبت کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ میرا حشر انہیں کے ساتھ ہو گا، اگرچہ میں ان جیسے عمل نہ کر سکا۔ (3688 صحیح بخاری)

آپ ﷺ کی محبت حلاوت ایمان ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: " ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ، أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے۔ تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔ (حدیث نمبر: 16 صحیح بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نجات ایمان ہے

اسلام کے سوا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی دین قبول نہیں! جب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ شرف و امتیاز، یہ شان اور فضیلت عطا کی گئی کہ آپ کو تمام انسانوں کا ہادی ور ہنما بنایا گیا، آپ ہی کی نبوت کو قیامت تک باقی رکھا گیا اور آپ کی تعلیمات میں عالم گیریت اور ابدیت یعنی کاملیت کو سمو دیا گیا ہے، تو یہ سارا اہتمام اسی بات کو واضح کرتا ہے کہ قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے نجات کا کوئی راستہ ہے تو وہ وہی راستہ ہے جسے آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا، اسی دین میں نجات ہے جو قرآن و حدیث میں محفوظ ہے اور انہی تعلیمات کے اپنانے میں ہے جن کے مجموعے کا نام دین اسلام اور اسوۂ حسنہ ہے۔ عقل و منطق کا تقاضا بھی یہی ہے اور خالق کائنات کا اعلان بھی یہی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں فرمایا:

(إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الإِسلٰمُ)

"ترجمہ: دین تو اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔ (سورۃ آل عمران)

(وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسلٰمَ دِينًا)

"میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین کے پسند کرلیا" (سورۃ المائدۃ آیت 3)

وَمَن يَبتَغِ غَيرَ الإِسلٰمِ دِينًا فَلَن يُقبَلَ مِنهُ وَهُوَ فِي الءاخِرَةِ مِنَ الخٰسِرِينَ

ترجمہ: "جو اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا، وہ ہر گز مقبول نہیں ہوگا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا" (سورۃ آل عمران آیت: 85)

اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا:

(وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہِ لَا یَسْمَعُ بِی أَحَدٌ مِنْ ھَذِہِ الْأُمَّةِ یَھُودِیٌّ وَلَا نَصْرَانِیٌّ، ثُمَّ یَمُوتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِی أُرْسِلْتُ بِہِ إِلَّا کَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے، میری اُمت میں سے جس نے بھی میرا نام سنا، وہ یہودی ہو یا نصرانی۔ پھر وہ میری رسالت پر ایمان لائے بغیر ہی مر گیا، تو وہ جہنمیوں میں سے ہو گا۔"

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر 153)

اس حدیث میں اُمت سے مراد، اُمتِ دعوت ہے، یعنی قیامت تک آنے والے انسان۔ کیونکہ آپ تمام انسانوں کے لئے نبی ہیں، اس لئے تمام انسان آپ کی اُمت ہیں لیکن اُمت دعوت، یعنی آپ کی دعوت کی مخاطب اُمت اور یہ قیامت تک آنے والے تمام انسان ہیں، چاہے ان کا تعلق کسی بھی مذہب، نظریہ اور ازم سے ہو۔ یہودی اور عیسائی کا نام تو مثال کے طور پر ہے، ورنہ مراد ہر غیر مسلم ہے۔ علاوہ ازیں یہودی اور نصرانی کا نام لینے میں یہ عظیم حکمت ہے کہ جب یہودی اور نصرانی کہلانے والوں کی نجات بھی رسالتِ محمدیہ کے تسلیم کر لینے ہی میں ہے، تو دوسرے کب مستثنیٰ ہوں گے، حالانکہ یہ دونوں آسمانی مذاہب کے ماننے والے اور آسمانی کتابوں کے حامل ہیں، اسی لئے قرآنِ کریم میں انہیں اہل کتاب کہا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اگر اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور آپ کی رسالت کو تسلیم نہیں کریں گے، تو ان کی بھی نجات ممکن نہیں، کیونکہ نزولِ قرآن کے بعد، پچھلی تمام کتبِ سماویہ منسوخ ہو گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد، سب نبیوں کی نبوتیں ختم ہو گئیں۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوَّتِي لَاتَّبَعَنِي)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے، اگر موسیٰ تمہارے لئے ظاہر ہو جائیں اور تم ان کی پیروی شروع کر دو اور مجھے چھوڑ دو، تو تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میری نبوت پا لیتے تو ان کے لئے بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔"

(رواہ الدارمی بحوالہ مشکوۃ، باب الاعتصام، حدیث 194)

دنیوی فلاح کا ضامن بھی اسلام ہی ہے! پھر رسالتِ محمدیہ پر ایمان صرف اُخروی نجات ہی کے لئے ضروری نہیں، بلکہ دنیوی خوش حالی کا حصول بھی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کی سب سے بڑی دلیل مغرب اور یورپ کا ترقی یافتہ معاشرہ ہے۔ یہ ممالک سائنسی اور مادی ترقی میں بامِ عروج پر پہنچے ہوئے ہیں، وہاں مال و دولت کی فراوانی اور تمدنی سہولتوں کی خوب ارزانی ہے، لیکن وہاں کا انسان حقیقی امن و سکون سے عاری ہے، روح کی سیرابی سے وہ محروم ہے۔ اس تشنگی اور محرومی ایمان نے اسے حیوان اور درندہ صفت بنا دیا ہے۔

وسائلِ محبت

لفظ سیرہ کا مطلب ہے سیر کرنا یا سفر کرنا۔ سیرۃ کو سیرۃ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی حیات طیبہ کا سفر کر رہے ہوتے ہیں۔ 'سیرت' کا لفظ صرف نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے مطالعہ کے لیے مختص ہے، جو خیر البشر کے رتبہ پر فائز ہیں- اگرچہ اس لفظ کا استعمال کسی کی سیرت کے لیے بھی ہو سکتا ہے، لیکن مسلم علماء نے اسے اب صرف نبی ﷺ کے لیے رکھا ہے۔

سیرتِ طیبہ کا مطالعہ رسول اللہ ﷺ سے ہماری محبت کو بڑھانے کا بہترین طریقہ ہے اور میرے خیال میں اس سے بہتر کوئی دوسرا راستہ نہیں ہو سکتا۔ یہ المیہ ہے کہ ہم نے اس مطالعہ کو نظر انداز کر رکھا ہے اور اکثر نوجوان سیرت النبی ﷺ کی بہت کم معلومات رکھتے ہیں ۔ یہ شرمناک ہے کہ ہم فلمی ستاروں، اداکاروں، کھیلوں کے لوگوں کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں لیکن جس ہستی کے بارے میں جاننا اس زندگی کی اوّلین غایتوں میں سے ایک ہے ان کی حیات مبارکہ کے بارے میں ہمارا علم نہ ہونے کے برابر ہے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ سے وابستگی اور اپنی محبت کو بڑھانے کے لیے سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنا لازم ہے۔ جب آپ کسی سے محبت کرتے ہیں تو آپ اس کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتے ہیں، اور آپ ہر طرح سے اس کی نقل کرنا چاہتے ہیں۔ جو شخص نبی ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن آپ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ نہیں کرتا تو آپ اسے چاہیے کہ وہ اپنے عشق رسول ﷺ کے دعوے پر نظر ثانی کرے۔

آپ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ ایک ایسی شخصیت کا مطالعہ ہے جس کی ہمیں پیروی

کرنی چاہیے۔ سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ ہمیں زندگی کے ان چار اہم ترین شعبہ جات میں راستہ دکھاتی ہے۔

مذہب: سیرتِ طیبہ سے ہمیں راہنمائی ملتی ہے ہم اللہ تعالیٰ کی بندگی کیسے کر سکتے ہیں۔ عبادات و عقائد میں ہم پر ہو بہو آپ ﷺ کی پیروی کرنا لازم ہے۔ یہ پہلو ہماری اندر کی دنیا کے متعلق ہے۔

آداب اور اخلاق: رحم، شفقت، بردباری، صبر و تحمل، رشتوں اور وعدوں کی پاسداری جیسے تمام اخلاقی خصائل و شمائل کا ہماری روزمرہ زندگی میں ہمیں آگے بڑھنے کا قرینہ سکھاتے ہیں۔

انسان کی مختلف حیثیتیں: آپ ﷺ بطور باپ، شوہر، سسر، دوست، پڑوسی وغیرہ کیسے تھے ان پہلوؤں پر غور کرنے سے ہمیں ان تمام حیثیتوں میں ایک بہتر انسان کے طور پر پیش کرنے میں مدد ملتی ہے۔

قیادت ورہبری: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو کس طرح احسن طریقے سے سرانجام دیا جائے یہ رہنمائی بھی آپ ﷺ کی کریم ذات سے بہتر بھلا کہاں سے سیکھا جا سکتا ہے۔ اس پہلو کا مطالعہ امت مسلمہ کی اجتماعی فلاح و بہبود اور ترقی کے لیے لازم ہے۔

ذکرِ نبی ﷺ اور دیدار کی تمنا

علامات محبت کے اندر یہ بات بھی داخل ہے کہ نبی ﷺ کا بکثرت تذکرہ کیا جائے اور ملاقات و دیدار کی تمنا رکھی جائے۔ کیونکہ آدمی جب کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو اس کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ سے توفیق محبت و دیدارِ رسول کی دعا کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیے کہ وہ ہمیں ایمان کی حالت میں موت عطا

کرے اور جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت نصیب کرے۔ جب دنیا سے رخصتی کا وقت آئے تو ہمیں محمد ﷺ سے ملاقات اور ان کے دیدار کی خواہش محسوس ہو۔ نبی ﷺ سے آپ کا یہ فرمان ثابت ہے:

مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِيْ لِيْ حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِيْ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِيْ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ

ترجمہ: میری امت کے ان لوگوں میں جو سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والے ہوں گے، وہ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے اور ان کی خواہش ہو گی کہ تمام مال و متاع اور اہل و عیال کو لٹا کر میرا دیدار کرتے۔

(رواہ مسلم فی صحیحہ حدیث: ۵۱۶۷)

درود و سلام

مظاہر محبت رسول ﷺ میں آپ ﷺ پر بکثرت درود و سلام پڑھنا بھی داخل ہے اور خاص کر جمعہ کے دن درود کی فضیلت، کیفیت اور مخصوص اوقات جن میں درود کی تاکیدی حیثیت ہے، صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ اس سلسلے میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ نے درود کے جو مسنون کلمات اپنے صحابہ کرام ؓ کو سکھائے ہیں وہ افضل ہیں۔ کیونکہ وہ مشکوٰۃ نبوت سے صادر ہوئے ہیں اور اس لیے بھی کہ ان ہی کلمات کو آپ ﷺ نے اپنے لیے پسند فرمایا۔ لہٰذا ان سے زیادہ اشرف، افضل اور اکمل ہیئت و کیفیت اور کلمات کا تصور محال ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا"

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ صلوۃ بھیجے، اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوۃ بھیجتا ہے۔
(صحیح مسلم 912)

صلوۃ وسلام "دراصل اللہ تعالیٰ کے حضور میں کی جانے والی بہت اعلیٰ اور اشرف درجہ کی ایک دعا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ پاک سے اپنی ایمانی وابستگی اور وفا کیشی کے اظہار کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق میں کی جاتی ہے، اور اس کا حکم ہم بندوں کو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنِ کریم میں دیا گیا ہے، اور بڑے پیارے اور مؤثر انداز میں دیا گیا ہے۔ارشاد فرمایا گیا ہے:

"إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا" (الاحزاب ع:۷)

اس آیت میں اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صلوۃ وسلام بھیجا کریں (اور یہی آیت کا اصل موضوع اور مدعا ہے) لیکن اس خطاب اور حکم میں خاص اہمیت اور وزن پیدا کرنے کے لئے پہلے بطورِ تمہید فرمایا گیا ہے کہ: "إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ " یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر صلوۃ (جس کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے) خداوند قدوس اور اس کے پاک فرشتوں کا معمول و دستور ہے، تم بھی اس کو اپنا معمول بنا کے اس محبوب و مبارک عمل میں شریک ہو جاؤ۔ حکم اور خطاب کا یہ انداز قرآن پاک میں صرف صلوۃ وسلام کے اس حکم ہی کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔دوسرے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کے لئے بھی نہیں کہا گیا کہ خدا اور اس کے فرشتے یہ کام کرتے ہیں تم بھی کرو۔ بلاشبہ صلوۃ وسلام کا یہ بہت بڑا امتیاز ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقامِ محبوبیت کے خصائص میں سے ہے۔

صلوۃ وسلام کی عظمت واہمیت اس آیت میں جیسی شاندار تمہید اور جس اہتمام کے

ساتھ اہلِ ایمان کو صلوۃ وسلام کا حکم دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کتنی اہمیت وعظمت ہے اور وہ کیسا محبوب عمل ہے۔ آگے درج ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہوگا کہ اس میں اہلِ ایمان کے لئے کس قدر خیر، کتنی رحمت اور کیسی برکات ہیں۔ صلوۃ وسلام کے بارے میں فقہاء کے مسالک امت کے فقہاء اس پر تقریباً متفق ہیں کہ سورہ احزاب کی اس آیت کی رو سے رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا ہر فردِ امت پر فرض ہے، پھر ائمہ امت میں سے امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ بھی اس کے قائل ہیں کہ خاص کر ہر نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا واجباتِ نماز میں سے ہے، اگر نہ پڑھی تو ان ائمہ کے نزدیک نماز ہی نہ ہوگی۔

لیکن امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اکثر دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ قعدہ میں تشہد تو بے شک واجب ہے جس کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ پر سلام بھی آجاتا ہے لیکن اس کے بعد مستقلا درود شریف پڑھنا فرض یا واجب نہیں بلکہ ایک اہم اور مبارک سنت ہے جس کے چھوٹ جانے سے نماز میں بڑا نقص رہ جاتا ہے۔ مگر اس اختلاف کے باوجود اس پر تقریبا اتفاق ہے کہ اس آیت کے حکم کی تعمیل میں رسول اللہ ﷺ پر صلوۃ وسلام بھیجنا ہر مسلمان پر اسی طرح فرضِ عین ہے جس طرح مثلاً آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا، جس کے لئے کسی وقت اور تعداد کا تعین نہیں کیا گیا ہے اور اس کا ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ پڑھ لے اور پھر اس پر قائم رہے۔

بہت سے فقہاء اس کے بھی قائل ہیں کہ جب کوئی آپ ﷺ کا ذکر کرے یا کسی دوسرے سے سنے تو اس وقت آپ ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے۔ پھر ایک رائے یہ ہے کہ اگر ایک ہی نشست اور ایک ہی سلسلہ کلام میں بار بار آپ ﷺ کا ذکر آئے تو ہر دفعہ درود پڑھنا واجب ہوگا اور دوسری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں ایک دفعہ درود پڑھنا واجب ہوگا اور ہر دفعہ پڑھنا مستحب ہوگا اور محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم

درود شریف کی امتیازی خاصیت اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہماری اس مادی دنیا میں پھلوں اور پھولوں کو الگ الگ رنگتیں دی ہیں اور ان میں مختلف قسم کی خوشبوئیں رکھی ہیں (ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست) اسی طرح مختلف عبادات اور اذکار و دعوات کے الگ الگ خواص اور برکات ہیں۔ درود شریف کی امتیازی خاصیت یہ ہے کہ خلوصِ دل سے اس کی کثرت، اللہ تعالیٰ کی خاص نظر رحمت، رسول اللہ ﷺ کے روحانی قرب اور آپ ﷺ کی خصوصی شفقت و عنایت حاصل ہونے کا خاص الخاص وسیلہ ہے۔

بعض حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر اُمتی کا درود سلام اس کے نام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے اور اس کے لئے فرشتوں کا ایک پورا عملہ ہے۔ ذرا غور کریں! اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کا فلاں بندہ آپ کے لئے اور آپ کے گھر والوں اور سب متعلقین کے لئے اچھی سے اچھی دعائیں برابر کرتا رہتا ہے، اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں مانگتا جتنا آپ کے لئے مانگتا ہے اور یہ اس کا محبوب ترین مشغلہ ہے تو آپ کے دل میں اس کی کیسی قدر و محبت اور خیر خواہی کا کیسا جذبہ پیدا ہو گا۔ پھر جب کبھی اللہ کا وہ بندہ آپ سے ملے گا اور آپ کے سامنے آئے گا تو آپ کس طرح اس سے ملیں گے۔ اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ کا جو بندہ ایمان و اخلاص کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود و سلام پڑھے اس پر آپ ﷺ کی کیسی نظر عنایت ہو گی اور قیامت و آخرت میں اس کے ساتھ آپ کا معاملہ کیا ہو گا۔

اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا جو مقام حاصل ہے اس کو پیش نظر رکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس بندے سے اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہو گا اور اس پر اس کا کیسا کرم ہو گا۔

درود و سلام کا مقصد:

یہاں ایک بات یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ درود و سلام اگرچہ بظاہر رسول اللہ ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ایک دعا ہے لیکن جس طرح کسی دوسرے کے لئے دعا کرنے کا اصل مقصد اس کو نفع پہنچانا ہوتا ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا مقصد آپ ﷺ کی ذات پاک کو نفع پہنچانا نہیں ہوتا، ہماری دعاؤں کی آپ ﷺ کو قطعاً کوئی احتیاج نہیں۔ بادشاہوں کو فقیروں، مسکینوں کے تحفوں اور ہدیوں کی کیا ضرورت۔ بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ہم بندوں پر حق ہے کہ اس کی عبادت اور حمد و تسبیح کے ذریعہ اپنی عبدیت اور عبودیت کا نذرانہ اس کے حضور میں پیش کریں اور اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع نہیں پہنچتا بلکہ وہ خود ہماری ضرورت ہے، اور اس کا نفع ہم ہی کو پہنچتا ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے محاسن و کمالات، آپ ﷺ کی پیغمبرانہ خدمات اور امت پر آپ ﷺ کے عظیم احسانات کا یہ حق ہے کہ امتی آپ ﷺ کے حضور میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیاز مندی کا ہدیہ اور ممنویت و سپاس گزاری کا نذرانہ پیش کریں، اسی کے لئے درود و سلام کا یہ طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور جیسا کہ عرض کیا گیا اس کا مقصد آپ ﷺ کو کوئی نفع پہنچانا نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے ہی نفع کے لئے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا و ثوابِ آخرت اور اس کے رسولِ پاک کا روحانی قرب اور ان کی خاص نظرِ عنایت حاصل کرنے کے لئے درود و سلام پڑھا جاتا ہے اور پڑھنے والے کا اصل مقصد بس یہی ہوتا ہے۔ پھر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ وہ ہمار دورود سلام کا یہ ہدیہ اپنے رسولِ پاک تک فرشتوں کے ذریعہ پہنچواتا ہے۔

درود و سلام کی خاص حکمت:

انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کی خدمت میں عقیدت و محبت اور

وفاداری و نیاز مندی کا ہدیہ اور ممنونیت و سپاس گزاری کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے درود و سلام کا طریقہ مقرر کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے مقدس اور محترم ہستیاں انبیاء علیہم السلام ہی کی ہیں اور ان میں سب سے اکرم و افضل خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ جب ان کے بارے میں یہ حکم دے دیا گیا کہ ان پر درود و سلام بھیجا جائے (یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے خاص الخاص عنایت و رحمت اور سلامتی کی دعا کی جائے) تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت اور نظر کرم کے محتاج ہیں، اور ان کا حق اور مقام عالی یہی ہے کہ ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ سے اعلیٰ دعائیں کی جائیں اس کے بعد شرک کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ کتنا بڑا اکرم ہے رب کریم کا کہ اس کے اس حکم نے ہم بندوں اور اُمتیوں کو نبیوں اور رسولوں کا اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دعا گو بنا دیا۔ جو بندہ ان مقدس ہستیوں کا دعا گو ہو وہ کسی مخلوق کا پرستار کیسے ہو سکتا ہے۔

مسلمانوں کی کوئی نشست ذِکر اللہ اور صلوٰۃ علی النبی سے خالی نہ ہونی چاہئے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ فِيهِ، وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ، إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةً فَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو لوگ کہیں بیٹھے اور انہوں نے اس نشست میں نہ اللہ کو یاد کیا اور نہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجا (یعنی ان کی وہ مجلس اور نشست ذِکر اللہ اور صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بالکل خالی رہی) تو قیامت میں یہ اُن کے لئے حسرت و خسران کا باعث ہو گی۔ پھر چاہے اللہ ان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرما دے اور

بخش دے۔ (جامع ترمذی)

دنیا میں کہیں بھی درود پڑھا جائے، رسول اللہ ﷺ کو پہنچتا ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ، يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو دنیا میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور میرے امتیوں کا سلام و صلوۃ مجھے پہنچاتے ہیں۔ (رواہ النسائی: حدیث نمبر 3201)

درود شریف کے خاص کلمات:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ، فَكَيْفَ نُصَلِّي؟ قَالَ: "قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ "

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہم نے عرض کیا حضرت! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم کو معلوم ہو گیا (یعنی تشہد کے ضمن میں بتا دیا گیا "السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ" اب ہمیں یہ بھی بتا دیا جائے کہ ہم آپ پر "صلوۃ" کس طرح بھیجا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کرو: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ (رواہ البخاری) اے اللہ! اپنی

خاص عنایت و نوازش اور محبت و رحمت فرما اپنے خاص بندے اور رسول (حضرت) محمد پر، جیسی تو نے نوازش و عنایت اور محبت و رحمت فرمائی (اپنے خلیل حضرت) ابراہیم پر، اور خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد و آلِ محمد پر، جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم وآلِ ابراہیم پر۔

(رواہ البخاری 6358)

محبتِ رسول ﷺ کی کسوٹی:

محبت جیسی بھی ہو یا جس سے بھی کی جائے اس کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہوتا ہے کہ محب اپنے محبوب کی تمام باتوں سے موافقت کرتا ہو۔ اس کے بغیر دعویٰ محبت جھوٹا اور کھوکھلا سمجھا جاتا ہے۔ اس قاعدے کی بنیاد پر بہ آسانی یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ رسول ﷺ کی محبت جس پر ہمارا ایمان ہے، اطاعت و اتباع کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا محبتِ رسول ﷺ کی پہلی دلیل اور روشن شہادت اتباع اور پیروی ہے۔ اس کے بغیر محبت شرعیہ کا تصور بالکل بے معنیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے اتباع و پیروی کو محبتِ الٰہی کی دلیل بنایا ہے۔ لہٰذا یہی اتباع و پیروی محبتِ رسول ؐ کی بدرجہ اولیٰ دلیل ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ: اے نبی ﷺ، لوگوں سے کہہ دو کہ "اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطائوں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے"۔

(اٰل عمران ۳:۳۱)

یہ آیت تمام دعوے دارانِ محبت کے لیے ایک کسوٹی اور معیار ہے۔ محبتِ رسول کا مدعی اگر متبع سنت ہے تو یقیناً وہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اسے بطور انعام اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو گی، ورنہ وہ جھوٹا اور اس کا دعویٰ محض فریب ہے۔ اس لیے بعض علماء اور حکماء نے کہا ہے کہ انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ محب سے محبوب بن جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے سچی

محبت کر کے اللہ کا محبوب بن جائے۔ یہ بڑا اونچا مقام ہے ۔اتباعِ رسول ﷺ کی اہمیت پر بہت سی آیات و احادیث وارد ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ دارین میں ایک مسلمان کی سعادت نبی رحمت ﷺ کی کامل پیروی پر موقوف ہے۔ اس کے بر عکس اس کی شقاوت و ہلاکت رسول ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے طریقہ کی مخالفت کا نتیجہ ہے۔

نبی ﷺ کے لباس کو کفن بنانے کی خواہش:

عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ، فِيهَا حَاشِيَتُهَا»، أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالُوا: الشَّمْلَةُ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: نَسَجْتُهَا بِيَدِي فَجِئْتُ لِأَكْسُوَكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ»، فَحَسَّنَهَا فُلاَنٌ، فَقَالَ: اكْسُنِيهَا، مَا أَحْسَنَهَا، قَالَ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، ثُمَّ سَأَلْتَهُ، وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لاَ يَرُدُّ، قَالَ: إِنِّي وَاللَّهِ، مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهُ، إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي، قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ

ترجمہ: سیدنا سہل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس بنی ہوئی حاشیہ دار چادر لے کر آئی۔ (سہل نے پوچھا: تم جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے؟ لوگوں نے کہا کہ شملہ (چادر) سہل نے کہا ہاں۔) اس عورت نے کہا : میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے بُنا ہے تا کہ آپ ﷺ اسے پہنیں۔ نبی ﷺ نے اسے لے لیا اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پھر آپ ﷺ اس چادر

کو پہنے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی اور کہا آپ یہ چادر مجھے دے دیں۔لوگوں نے کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا کہ نبی ﷺ نے بڑی ضرورت کی حالت میں اسے پہنا تھا اور تم نے اسے مانگ لیا ۔حالانکہ تم جانتے ہو کہ آپ ﷺ کسی کے سوال کو رد نہیں فرماتے تھے۔اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے یہ اپنے پہننے کے لئے نہیں مانگی تھی بلکہ اس لئے مانگی تھی کہ (جب میں مروں تو) یہ چادر میرا کفن بن جائے۔ سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہی چادر اس شخص کا کفن بنی۔

(صحیح بخاری: 1277، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ ولم ینکر علیہ، سنن ابن ماجہ: 3555، کتاب اللباس، باب لباس رسول اللہ ﷺ)

اندازہ لگایئے صحابہ کو نبی ﷺ کے پہنے ہوئے لباس سے بھی اس قدر محبت ہوتی تھی کہ اسے اپنا کفن بنالیں۔

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر:

مقام نبوت ورسالت اس امر کا متقاضی ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ تعظیم وتوقیر، علم و معرفت کے تابع ہوتی ہے۔ جس کو نبی رحمت ﷺ کی بابت جس قدر زیادہ معلومات اور معرفت تامہ حاصل ہوگی وہ اسی قدر آپ ﷺ سے سچی محبت اور آپ ﷺ کی شایانِ شان عزت کرے گا۔ اسی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنھوں نے آپ ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کی اور آپ ﷺ کو قریب سے دیکھا، دنیا کے تمام انسانوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ اپنے رسول ﷺ سے محبت تھی اور انھوں نے شیفتگی، والہانہ عقیدت اور جاں نثاری کی جو مثالیں پیش کیں، ہم ان کا عشر عشیر بھی پیش نہیں کر سکتے۔

نبی ﷺ کی تعظیم قلبی، لسانی اور اعضاء و جوارح تینوں ذریعے سے ہونی چاہیے۔ قلبی تعظیم یہ ہے کہ آپ ﷺ کے تئیں یہ عقیدہ دل میں راسخ ہو کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور آخری رسول ﷺ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے مقام کو اعلیٰ وارفع اور آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا ہے اور تمام مخلوقات پر آپ ﷺ کو فضیلت بخشی ہے۔ قلبی تعظیم کا یہ بھی لازمی تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی محبت بندۂ مومن کے دل میں اس کی اپنی جان اور اعلیٰ ترین رشتے داروں، والدین و اولاد اور دوسرے تمام انسانوں سے زیادہ ہو۔ جب بھی دو محبتوں کا ٹکراؤ ہو تو نبی اکرم ﷺ کی محبت غالب اور دوسری محبت مغلوب ہو جائے۔

زبان و بیان سے تعظیم یہ ہے کہ آپ ﷺ کی شایان شان تعریف و توصیف کے کلمات کہے جائیں۔ اُن القاب و آداب سے آپ ﷺ کو ملقب کیا جائے جن سے خود آپ ﷺ نے اپنی ذات کو ملقب کیا ہے اور ان الفاظ سے آپ ﷺ کی ثناخوانی کی جائے جو رب العالمین نے آپ ﷺ کی شان میں استعمال کیے ہیں۔ اس معاملے میں مبالغہ آمیزی اور تقصیر و کوتاہی دونوں طریقوں سے پرہیز کیا جائے۔ لسانی تعظیم کے اندر آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا بھی داخل ہے اور خطاب کرنے یا آپ ﷺ کا نام لینے میں عمدہ اور ثابت الفاظ مثلاً رسول اللہ، خاتم الانبیاء والمرسلین، امام الانبیاء، رحمتہ للعالمین وغیرہ القاب و آداب استعمال کیے جائیں۔ اور اعضاء و جوارح کے ذریعے ہونے والی تعظیم میں آپ ﷺ کی خالص پیروی، ان چیزوں سے محبت جن سے نبی ﷺ کو محبت تھی اور ان چیزوں سے نفرت جن سے آپ ﷺ کو نفرت تھی۔ نیز آپ ﷺ کے دین کے اظہار و غلبہ کی کوشش، شریعت کی نصرت و حمایت اور دفاعِ دین کا اہم فریضہ بھی شامل ہیں۔

تعظیم رسول ﷺ کی کہانی۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی زبانی

6ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ کے نامور اور جہاندیدہ رئیس حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، اہل مکہ کی طرف سے جب سفیر اور نمائندہ بن کر بارگاہ نبوی میں حدیبیہ کے مقام پر حاضر ہوئے اور وہاں انہوں نے اپنی آنکھوں سے پیغمبر اسلام کی حد درجہ تعظیم و توقیر اور عقیدت و محبت کا جو بے مثال منظرہ دیکھا، واپس جا کر اہل مکہ کے سامنے اس کی منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا:

اے میری قوم! قسم بخدا میں کئی بادشاہوں کے پاس گیا ہوں۔ میں قیصر و کسری اور نجاشی کے دربار میں بھی گیا ہوں مگر قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کبھی کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا جس کی تعظیم اس کے درباری و ساتھی اس حد تک کرتے ہوں، جس حد تک محمد ﷺ کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ قسم بخدا وہ تھوکتے یا ناک صاف کرتے ہیں تو صحابہ ان کا لعاب دھن نیچے نہیں گرنے دیتے بلکہ وہ کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر گرتا ہے۔ اور وہ حصول برکت کے لیے اسے اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے اور جب آپ ﷺ انہیں کسی چیز کا حکم فرماتے ہیں تو اس کی تعمیل میں جلدی کرتے ہیں اور جب آپ ﷺ وضو کرتے ہیں تو وضو کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لیے یوں لگتا ہے کہ صحابہ کرام لڑ پڑیں گے اور جب آپ ﷺ محو گفتگو ہوتے ہیں تو آپ ﷺ کے سامنے سب کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں اور تعظیم کے طور پر وہ آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔۔

یہی عروہ بن مسعود صلح حدیبیہ کے وقت بے تکلفی کے انداز میں جب رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگاتے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ اپنے چچا کے ہاتھ کو ٹھوکر مار کر کہتے: اپنا ہاتھ ہٹا لو ورنہ یہ ہاتھ واپس نہ جا سکے گا۔

گویا تعظیم نبی ﷺ کی اساس اور بنیادی قاعدہ یہی ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت

پر ایمان لایا جائے، آپ ﷺ کی خبر کردہ باتوں کی تصدیق کی جائے، آپ ﷺ کے اوامر کی بجاآوری اور منہیات سے اجتناب کو لازم جانا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی اس طریقے پر کی جائے جو آپ ﷺ سے ثابت ہے اور آپ ﷺ کی باتوں پر کسی دوسرے فرد و بشر کی باتوں کو مقدم نہ کیا جائے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا اور بلند پایہ کیوں نہ ہو۔ نہ کوئی عالم و امام اور نہ کوئی حاکم و بادشاہ۔ غرض دنیا کا کوئی فرد اس لائق نہیں ہے کہ اسے نبی آخر الزماں ﷺ کے ہم پلہ قرار دیا جائے چہ جائیکہ اسے آپ ﷺ کی ذات پر مقدم سمجھا جائے۔ اسی مذکورہ اساس اور بنیادی قاعدہ سے انحراف کے نتیجے میں غلو یا تقصیر پیدا ہوتی ہے اور امت جادۂ مستقیم سے ہٹ کر ضلالت و گمراہی کی پگڈنڈیوں پر چلنے لگتی ہے۔ کوئی آپ ﷺ کی صداقت، امانت اور عدالت پر زبان طعن دراز کرتا ہے۔ جسے نبی محترم ﷺ کا مقام و مرتبہ معلوم نہیں وہ اپنی گفتگو اور اپنی تحریر میں بعض حکمرانوں کو نبی ﷺ کی صفات سے متصف مانتا ہے یا آپ ﷺ کو صرف ایک مفکر و دانشور باور کرتا ہے۔

اسی طرح کتب سیرت و شمائل نبوی اور سنن نبویہ کے مطالعے سے عام مسلمانوں کی دوری بھی نبی ﷺ کے ساتھ جور و جفا اور آپ ﷺ کی عدم تعظیم و توقیر کا سبب ہے۔ دوسری جانب نبی ﷺ کی شخصیت کے اندر مبالغہ آرائی اور آپ ﷺ کو صفاتِ الٰہیہ سے متصف کرنے کا گھناؤنا اور شرکیہ عمل بھی باعث صد افسوس ہے، امت کا ایک بڑا طبقہ اس مرض کے اندر مبتلا ہے۔ اس کی نظر میں اللہ اور رسول ﷺ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور رسول ﷺ کے دم سے ہی کائنات کا وجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری امت پر نبی ﷺ کی تعظیم کو واجب قرار دیا ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود و قیود کے اندر ہو۔ اس معاملے میں غلو اور تقصیر دونوں سے پرہیز لازم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا:

لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ اِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ

ترجمہ: مجھے میرے مقام سے آگے نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے ابن مریمؑ کے ساتھ غلو کا معاملہ کیا۔ میں تو صرف ایک بندہ ہوں لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث: ۳۲۷۷)

اسی مفہوم کی روایت مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ وارد ہے:

اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ، عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِیَ الَّتِیْ اَنْزَلَنِیَ اللّٰهُ

ترجمہ: میں محمد بن عبداللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ واللہ! میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے اس مقام و مرتبہ سے اونچا دکھاؤ جس مرتبہ پر اللہ تعالیٰ نے مجھے فائق کیا ہے۔

(مسند احمد، من مسند بنی ہاشم، مسند انس بن مالک، حدیث: ۲۳۲۶)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم و تعظیم کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا

ترجمہ: اے نبی، ہم نے تم کو شہادت دینے والا، بشارت دینے والا اور خبر دار کر دینے والا بنا کر بھیجا ہے تا کہ اے لوگو، تم اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اُس کا (یعنی رسول کا) ساتھ دو، اُس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و

شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔ (الفتح ۴۸: ۸،۹)

اس آیت میں انذار و تبشیر اور امداد و استعانت کے ذریعے تقویت اور توقیر و تعظیم کا تعلق نبی ﷺ سے اور تسبیح کا اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ادب و توقیر کے تعلق سے مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی ہے۔ چنانچہ سورۂ حجرات کی ابتدائی آیات چند اہم اخلاقی پہلوؤں اور تربیتی توجیہات پر مشتمل ہیں۔ پہلی بات یہ فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔ اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ دین کے معاملے میں اپنے قول اور اپنی رائے اور سمجھ کو ترجیح نہ دی جائے۔ دین میں کسی قسم کے اضافے سے پرہیز کیا جائے، جسے علمی اصطلاح میں 'بدعت' کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ نبی ﷺ کی آواز پر اپنی آواز اُونچی نہ کرو۔ یہ حبطِ عمل کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ادب حیاتِ نبوی ﷺ میں بھی مطلوب تھا کہ آپ ﷺ کی مجلس میں وقار و سکون سے بیٹھنا اور ادب و تواضع کے ساتھ پست آواز میں گفتگو کرنا لوگوں کے لیے ضروری تھا۔ اسی طرح بعد ممات بھی اُمت کے ہر فرد سے یہ ادب و احترام مطلوب ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ کی قبر کے پاس یا آپ ﷺ کی مسجد میں اُونچی آواز میں گفتگو کرنا جور و جفا اور تعلیم ربانی کے خلاف ہے۔ کیوں کہ نبی ﷺ کا ادب و احترام بعد ممات بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح آپ ﷺ کی حیات میں واجب تھا۔

حضور ﷺ کی مسجد کا ادب

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ، فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهَذَيْنِ، فَجِئْتُهُ بِهِمَا، قَالَ: مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا؟ قَالَا: مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ،

قَالَ: "لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ."

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: میں مسجد نبوی ﷺ میں کھڑا تھا، مجھے ایک شخص نے کنکری مار کر متوجہ کیا دیکھا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ جاؤ اور ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لے آؤ جو مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں زور زور سے باتیں کر رہے تھے۔ میں انھیں ان کے پاس لے آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے دریافت کیا: تم کون ہو اور کہاں کے رہنے والے ہو؟ دونوں نے جواب دیا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبِلَادِ لَاَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّم، "اور اگر تم دونوں مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمھیں سخت سزا دیتا، تم دونوں مسجد رسول ﷺ میں اپنی آواز اونچی کرتے ہو۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت فی المسجد، حدیث: 460)

آج کل حج کے موقع پر زیارت کرنے والے جس قدر بلند آواز سے قبر رسول ﷺ پر صلوٰۃ و سلام اور دعا کے کلمات پڑھتے اور اپنے پیچھے چل رہے قافلے سے پڑھواتے ہیں اور عام نمازیوں کے لیے تشویش اور الجھن پیدا کرتے ہیں وہ نہایت افسوس ناک ہے۔ یقیناً یہ ادبِ نبی کے مخالف، نبی ﷺ کی ایذاء رسانی کا باعث اور مسجد نبوی کے احترام و تقدیس کی پامالی کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کو نام لے کر پکارنا یا محمد یا احمد جس طرح عام لوگ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں یا فلاں، بے ادبی ہے۔ یہ آپ ﷺ کی زندگی کے لیے تھا، بعض لوگ آپ ﷺ کے دروازے پر کھڑے ہو کر نام لے کر پکارا کرتے تھے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا

ترجمہ: مسلمانوں، اپنے درمیان رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھ بیٹھو۔ (النور ۶۳:۲۴)

اور دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ جس طرح عام لوگوں کی پکار پر آدمی کبھی کان دھرتا اور کبھی اَن سنی کر دیتا ہے، نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پکار پر کان دھرنا ہی لازم اور اَن سنی کرنا حرام اور باعثِ خسران ہے۔ گویا ان کی پکار پر لبیک کہنا اور سمع و طاعت کرنا ہی اصل ادب اور اصل دین ہے۔

نبی ﷺ کی اتباع:

محبت رسول ﷺ کا ایک بنیادی و لازمی تقاضا آپ ﷺ کی کامل اتباع ہے۔ یعنی کسی کام کو صرف اور صرف اس لیے کرنا کہ آں جناب ﷺ نے بھی وہ کام سرانجام دیا ہے۔ دوسرے آپ میں اور کے طریقہ سنت کے عین مطابق کرنا۔ ایک مومن کے لیے دین ودنیا کے تمام معاملات اور زندگی میں قدم قدم پر اتباع واقتداء رسول ﷺ میں کی جو حد درجہ اہمیت وضرورت، افادیت اور تاکید قرآن وسنت میں آئی ہے، اس کی طرف اشارہ اور ضروری وضاحت کتاب کے صفحات میں گزر چکی ہے۔ شرعی اعتبار سے اتباع رسول ﷺ کی اسی اہمیت وافادیت کے پیش نظر صحابہ کرام دین ودنیا کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں وقتی تقاضوں، معاشرتی دباؤ، رسم ورواج، خواہشات نفس اور ذاتی رجحانات کے برعکس جس طرح بلا جھجک اور برملا اتباع کرتے اور اسوہ رسول ﷺ کو مد نظر رکھتے تھے، اس کے چند ایمان افروز مظاہر اور روح پرور جھلکیاں ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

یاد رہے یہ وہ مظاہر محبت میں جن میں باقاعدہ صراحت ہے کہ انہیں محض اتباع رسول کے جذبہ واشتیاق میں سرانجام دیا گیا ہے۔ ورنہ صحابہ کرام کی پوری زندگی معیشت، معاشرت، لین دین، حکومت اور سیاست اتباع رسول ﷺ سے عبارت تھی۔

اللہ کریم نے انہیں یونہی اتباع رسول ﷺ سے خالی زبانی اور نمائشی قسم کی آسان محبت کی بنیاد پر اپنی رضا کا سرٹیفکیٹ عنایت نہیں فرمایا تھا۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین دنیا کے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں اتباع رسول ﷺ کا مظاہرہ کر کے کسی طرح محبت رسول ﷺ کا ثبوت دیا، بے شمار مثالوں میں سے مشتے

از خروارے کے طور پر چند ایمان افروز مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے (خطاب کرتے ہوئے) فرمایا سن لے قسم بخدا بے شک میں بخوبی جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے تو (از خود کسی کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر یہ چیز میں نے نہ دیکھی ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے بوسہ دیا ہے تو تجھے بوسہ نہ دیتا۔ اس کے بعد اس کا بوسہ لیا۔

جبکہ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس کے بعد حضرت عمر نے فرمایا: اب ہمیں طواف بیت اللہ کے دوران رمل (کندھوں کو ہلاتے ہوئے اکڑ کر چلنے) کی کیا ضرورت ہے؟ دراصل اس رمل کے ذریعے ہم نے مشرکین مکہ کو (ان کے ایک طعنہ پر)اپنی جسمانی قوت دیکھائی تھی اور اب اللہ تعالٰی نے انہیں ہلاک (مغلوب) کر دیا ہے۔ بعد ازاں فرمانے لگے وہ چیز (کام) جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے، ہم نہیں پسند کرتے کہ اسے چھوڑ دیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک جگہ پر اپنی اونٹنی گھمار ہے تھے، اس پر ان سے پوچھا گیا کہ یہ بلا ضرورت مشقت کیوں؟ تو فرمایا میں خود اس کی وجہ نہیں جانتا، سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح کرتے اونٹنی گھماتے دیکھا تھا۔ لہذا میں نے بھی یہ کام کیا۔

اشعری قبیلہ کے ایک صحابی مشرح کی بیٹی اپنے باپ (مشرح) کی کمال اتباع سنت کا یہ چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے ناخن کاٹے، پھر ان سب کو اکٹھا کر کے ایک جگہ دفن کر دیا اور فرمایا میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب نے نئی شادی کی۔ صبح کو احباب مبارک دینے کے لیے آئے اور عرب کے قدیم دستور کے مطابق ان الفاظ میں

تہنیت پیش کی کہ " بالرفاء والبنین تم دونوں میں اتحاد واتفاق رہے اور تمہارے بیٹے ہوں اگرچہ ان الفاظ میں شرعاً کوئی قباحت نہیں تھی لیکن مسنون طریقہ تہنیت موجود تھا۔اس لیے فرمایا: اس طرح کہو جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا" بارك الله لكم وبارك الله عليكم ہمیں اس کا حکم ملا ہے۔

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں اپنی ترکش رسول اللہ ﷺ کے سامنے بکھیر کر کہتے ہیں: "میری جان آپ پر قربان" تو رسول اللہ ﷺ لوگوں کی صورتحال دیکھنے کیلیے دیکھتے تو آپ کو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے: "اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ مت دیکھیں مبادا کوئی دشمن کا تیر آکر نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ کے سینے کیلیے سپر ہے" ادھر ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال سے رسول اللہ ﷺ کو بچاتے ہیں یہاں تک کہ ابو دجانہ آپ ﷺ پر جھک گئے اور ان کی ساری کمر تیروں سے چھلنی ہو گئی۔اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو سولی چڑھانے کیلیے بلند کئے جانے کے بعد مشرکین نے کہا: "زید! تمہیں اللہ کی قسم ہے، یہ تو بتلاؤ کہ کیا تم پسند کروگے کہ: محمد ہمارے پاس تمہاری جگہ ہوں اور ہم ان کی گردن مار دیں، اور تم اپنے گھر میں پرسکون رہو؟" اس پر انہوں نے کہا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ وہ جہاں بھی ہوں انہیں وہاں پر ایک کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں"

اللہ تعالی ہمارے نبی محمد پر درود و سلام نازل فرمائے اور آپ کے صحابہ کرام سے راضی ہو۔اللہ کے بندو ایسی مثالیں سلف صالحین میں بہت زیادہ ہیں اور ہماری شدید خواہش ہے کہ ایسی ہی مثالیں آج بھی امت میں رونما ہوں، ہر مسلمان اس کیلیے زیادہ سے زیادہ اپنا حصہ ڈالے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت اتباع سنت :

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں (ابا جان) حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں (جبکہ وہ مرض الوفات میں مبتلا تھے) حاضر ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ تم لوگوں نے کتنے کپڑوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفن دیا تھا؟ انہوں نے عرض کی تین سفید سحولی کپڑوں میں، جن میں قمیص تھی نہ عمامہ۔ دوسرا سوال ان سے یہ پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کسی دن ہوئی تھی؟ سیدہ نے عرض کی: دوشنبہ (پیر) کے دن۔ پھر پوچھا کہ آج کون سا دن ہے؟ انہوں نے بتایا کہ دوشنبہ۔ آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے بھی امید ہے کہ اب سے رات تک وفات ہو جائے گی۔ اس کے بعد آپ نے اپنا کپڑا دیکھا جسے مرض کے دوران پہنے ہوئے تھے جس سے زعفران کی خوشبو آرہی تھی۔ فرمایا: میرے اس کپڑے کو دھو کر اس کے ساتھ دو اور کپڑے ملا لینا اور مجھے کفن انہیں میں دینا۔ میں نے کہا یہ تو پرانا ہے فرمایا: زندہ آدمی نئے کپڑے کا مردہ آدمی سے زیادہ مستحق ہے۔ یہ تو پیپ کی نذر ہو جائے گا۔ چنانچہ منگل کی رات کا کچھ حصہ گزرنے پر آپ کی وفات ہوگئی اور صبح ہونے سے پہلے آں جناب کو دفن کر دیا گیا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اتباع سنت

حضرت یسار کہتے ہیں کہ میں حضرت ثابت بنانی کے ساتھ جا رہا تھا۔ ان کا گزر بچوں پر ہوا تو آپ نے انہیں سلام کیا۔ پھر حضرت ثابت نے (وضاحت کے طور پر) فرمایا: میں حضرت انس کے ساتھ تھا۔ آپ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر چند بچوں پر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں (از راہ شفقت و تعلیم امت) سلام دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی فرمایا

کرتے تھے اور میں بھی (آپ ﷺ کی اتباع میں) دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا سنت پر عمل:

حضرت سیدتنا ام درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ جب بھی بات فرماتے تو مسکراتے میں نے عرض کی آپ اپنی اس عادت کو ترک فرما دیجئے ورنہ آپ کو لوگ احمق کہنے لگیں گے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے جب بھی نبی کریم ﷺ کو بات کرتے سنا آپ مسکراتے تھے (لہذا اس سنت پر عمل کو ترک نہیں کر سکتا) (مسند احمد، حدیث: 21791)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سنت پر عمل کرنا

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر مسجد کوفہ کے صحن میں لوگوں کی حوائج ضروریات پوری کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔ اس عرصہ میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ پھر آپ کے پاس پانی لایا گیا۔ آپ نے پانی پیا اور اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے اور (راوی نے) آپ کے سر اور پاؤں دھونے کا بھی ذکر کیا پھر آپ کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہونے کی حالت میں ہی وضو کا بقیہ پانی پی لیا۔ پھر فرمایا کچھ لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ سمجھتے ہیں حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے یونہی کیا وضوء کا بقیہ پانی کھڑے ہو کر پیا جس طرح میں نے پیا۔

معیت نبوی:

آخرت میں معیت نبوی

بارگاہ نبوی میں حاضری کوئی معمولی سعادت نہیں تھی۔ صحابہ کرام معیت نبوی میں ایمانی و روحانی انوار و برکات، ذہنی اطمینان و سکون قلبی جذب و کیف اور مسلسل سرشاری کے عینی مشاہدہ کے بعد اس بات کی اکثر آرزو کرتے تھے کہ جس طرح دنیا میں انہیں حضور ﷺ کے پاس آنے جانے حضور ﷺ کے پاس اٹھنے بیٹھنے اور آپ ﷺ کی معیت اختیار کرنے کا موقع حاصل ہے، اس طرح آخرت اور جنت میں بھی حضور ﷺ کی معیت کی دولت حاصل رہے۔ اس واحد آرزو اور خواہش کے متمنی صرف صحابہ کرام ہی نہ تھے صحابیات کی بھی سب سے بڑی تمنا یہی ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ بن عمران انصاری اپنی دادی ام انس سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دادی صاحبہ نے حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے یوں دعا کی:

"جعلك الله فی رفيق الأعلى وانا معك"

ترجمہ: اللہ کریم آپ کو رفیق اعلی کے ساتھ ملائے اور میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں۔

اس پر خلوص دعا پر حضور ﷺ نے آمین کہی اور فرمایا اس سعادت کے حصول کے لیے تم پر لازم ہے کہ ایک تو نماز کی پابندی کرو دوسرے تمام گناہ اور معصیت کے کام چھوڑ دو۔ کیوں کہ افضل جہاد یہی نماز کی پابندی اور ترک معاصی ہے۔

(المعجم الکبیر: 359)

علی ہذا القیاس خدمت نبوی ﷺ کی سعادت حاصل کرنے والوں میں ایک نام حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی الانصاری (م ۶۳ھ) کا بھی ہے۔ یہ خود بیان کرتے ہیں

کہ میں رات بارگاہ نبوی میں گزارتا اور آپ کے لیے وضو کا پانی لاتا اور دیگر خدمات سر انجام دینا۔ (ایک رات ان کی پر خلوص اور بے لوث خدمت دیکھ کر حضور کا دریائے رحمت جوش میں آگیا) آپ ﷺ نے فرمایا اربیعہ مانگو (جو کچھ مانگنا چاہتے ہو) میں نے عرض کیا؟

"اسئلك مرافقتك فی الجنة"

ترجمہ: میں جنت میں بھی آپ ﷺ کی رفاقت و صحبت کی درخواست کرتا ہوں۔

فرمایا "او غیر ذالك" علاوہ ازیں کوئی سوال؟ میں نے عرض کیا بس میری یہی ایک آرزو ہے۔ فرمایا (اگر اتنے بلند مرتبے کے خواہاں ہو) تو اپنی خواہشات نفس کے برعکس کثرت سجود سے اس معاملے میں میری مدد کرتا۔

(حدیث نمبر: 1094 صحیح مسلم)

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ قیامت کب آئیگی؟ آپ نے فرمایا تو ہلاک ہو تو نے اُس ہولناک دن کے لیے تیاری کیا کر رکھی ہے؟ اس نے کہا میں نے اس کے لیے نہ تو زیادہ نمازیں تیار کر رکھی ہیں نہ روزے اور نہ صدقہ البتہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ضرور رکھتا ہوں۔ فرمایا تو تم (قیامت کے دن) اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت رکھتے ہو گے۔ حضرت انس کہتے ہیں میں نے مسلمانوں (صحابہ) کو اسلام کے بعد کسی چیز پر اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جتنا وہ اس بات پر خوش ہوئے۔

بارگاہ رسول ﷺ میں حبشہ سے سلام محبت:

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حبشہ میں قیام کے دوران جب حضور ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح ملا تو خوشی میں آں محترمہ نے پیغام نکاح لانے والی ابرھہ نامی لونڈی کو اپنا تمام زیور اتار کر دے دیا تھا۔ پھر حق مہر کی رقم ملنے پر سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے لونڈی موصوفہ کو مزید پچاس دینار بطور انعام دینا چاہے تو اس نے یہ کہہ کر قبول کرنے سے معذرت کر لی کہ بادشاہ نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس موقعہ پر ابرھہ نے ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے کہا (یہ انعام تو نہیں) البتہ میری ایک دوسری حاجت یا درخواست آپ سے متعلق ہے اور وہ یہ کہ جب آپ حضور ﷺ کے پاس پہنچیں تو ایک تو میری طرف سے آپ ﷺ کو سلام پیش کر دیں دوسرا آں جناب ﷺ کو بتا دیں کہ میں نے ان کے دین کی اتباع کر لی ہے۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ مجھ سے بڑی محبت سے پیش آتی رہی اور اس نے میرا سامان سفر بھی تیار کیا۔ اس سلسلے میں جب بھی وہ میرے پاس آتی تو کہتی:

(لا تنسی حاجتی الیك) (میں نے آپ کی خدمت میں جو حاجت یا درخواست پیش کی ہے، اسے بھول نہ جانا)۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ جب میں حضور ﷺ کے پاس (مدینہ منورہ میں) آئی تو میں نے پیغام نکاح اور ابرہہ کے جذبات و محبت کے بارے میں آپ کو آگاہ کیا اور اس کا سلام محبت بھی آپ ﷺ کو پہنچایا تو آپ نے جواب میں فرمایا:

"وعلیھا السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" (طبقات ابن سعد:83/8)

آثار محبت:

رقت محبوب کا ذکر دل کے تاروں کو چھیڑ دیتا ہے۔ آنکھوں سے موتیوں کے نذرانے جاری کر دیتا ہے، اور کبھی تو طائر روح کو قفس جسم سے آزاد کر دیتا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت میں یہ حال ہو گیا کہ ایک دفعہ حاضر خدمت ہوئے اور رنگ بدلا ہوا تھا اور جسم نحیف و کمزور ہو گیا تھا اور چہرے پر غم اور حزن کے آثار نمایاں تھے، آپ نے فرمایا کہ اے ثوبان! تمہارا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

ما بِي ضُرٌّ وَلَا وَجَعٌ، غَيْرَ أَنِّي إِذَا لَمْ أَرَكَ اشْتَقْتُ إِلَيْكَ وَاسْتَوْحَشْتُ وَحْشَةً شَدِيدَةً حَتَّى أَلْقَاكَ، ثُمَّ ذَكَرْتُ الْآخِرَةَ وَأَخَافُ أَلَّا أَرَاكَ هُنَاكَ، لِأَنِّي عَرَفْتُ أَنَّكَ تُرْفَعُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَأَنِّي إِنْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ كُنتُ فِي مَنْزِلَةٍ هِيَ أَدْنَى مِنْ مَنْزِلَتِكَ، وَإِنْ لَمْ أَدْخُلْ فَذَلِكَ حِينَ لَا أَرَاكَ أَبَدًا..

ترجمہ: نہ مجھے کوئی نقصان ہوا ہے اور نہ جسم کے کسی حصے میں مجھے تکلیف ہے لیکن بات یہ ہے کہ جب میں آپ کو نہیں دیکھتا تو بے قرار ہو جاتا ہوں اور شدید گھبراہٹ محسوس کرتا ہوں اور جب تک آپ کو نہ دیکھ لوں اور آپ سے نہ مل لوں قرار نہیں آتا۔ جب میں نے آخرت کا معاملہ سوچا تو اندیشہ ہوا کہ میں وہاں آپ کو نہ دیکھ سکوں گا، کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ آپ انبیاء کرام کے ساتھ بلند ترین مقام پر ہوں گے اور میں اگر جنت میں داخل بھی ہوا تو آپ کے درجہ سے

کم درجہ پر ہوں گا اور اگر جنت ہی میں داخل نہ ہو سکا تو پھر کبھی بھی آپ کو نہ دیکھ پاؤں گا، (یہ سوچ کر مجھ کو غم ہو گیا اور یہ حال ہو گیا ہے۔)

(تفسیر القرطبیؒ، سورۃ النساء آیت نمبر ۲۹)

رسول اللہ ﷺ کی خاطر عمدہ کھانا پینا اور خوبصورت بیویوں کو چھوڑ کر تپتے ہوئے صحراء کا سفر:

حضرت ابو خیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابی تھے۔ انکا نام مالک بن قیس تھا۔ وہ کوئی بہت زیادہ معروف اور نمایاں شخص تو نہ تھے، مگر ان کی بہت بڑی خوبی ہی تھی کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ شدید محبت کرتے تھے۔

یہ محبت کوئی یک طرفہ نہ تھی بلکہ اللہ کے رسول ﷺ بھی ان سے خوب محبت کرتے تھے۔ غزوہ تبوک ۹ ہجری میں ہوا، اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تیس ہزار صحابہ کرام تھے، آپ ﷺ تبوک کے لیے روانہ ہو چکے ہیں مگر ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے لشکر کے ساتھ روانہ نہ ہو سکے۔ ایک دن، دو دن بلکہ کئی دن گزر چکے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں وہ دن خاصا گرم تھا۔ ابو خیثمہ کی دو بیویاں تھیں، دونوں اپنے باغ میں گئیں۔ وہاں اپنا اپنا عریش یعنی چھپر بنایا، اس میں پانی کا چھڑکاؤ کیا، ٹھنڈے پانی کے اہتمام کے ساتھ ساتھ مزیدار کھانا تیار کیا، دونوں اپنے اپنے چھپر میں ابو خیثمہ کا انتظار کر رہی ہیں۔ ابو خیثمہ جب اپنے باغ میں پہنچے تو دونوں بیویوں نے ان کو دعوت دی کہ وہ ان کے چھپر میں آئیں، ان کے ہاں استراحت کریں۔ ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ چھپر کے دروازے پر پہنچے تو رک گئے۔ اس دور میں عریش (ہوادار چھپر) خصوصاً گرمیوں کے موسم میں بڑی آرام دہ جگہ ہوتی تھی۔ عریش میں مزیدار کھانے ٹھنڈا پانی اور حسین بیوی نظر آ رہی تھی۔ اچانک انہیں اللہ کے رسول ﷺ یاد آ گئے، آپ کی محبت، ان کے ساتھ پیار۔ کہنے لگے:

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرِّيحِ وَالْحَرِّ، وَأَبُو خَيْثَمَةَ فِي ظِلٍّ بَارِدٍ، وَطَعَامٍ مُهَيَّا، وَامْرَأَةٍ حَسْنَاءَ فِي مَالِهِ مُقِيمٌ، مَا هٰذَا

بِالنَّصَفِ ثُمَّ قَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَدْخُلُ عَرِيشَ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا حَتّٰى الْحَقَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهَيِّئَا لِي زَادًا، فَفَعَلَنَا ..

ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ تو دھوپ میں ہو اور لو برداشت کر رہے ہوں، جبکہ ابو خیثمہ ٹھنڈے سائے تلے ہو اور عمدہ کھانوں اور بیوں سے لطف اندوز ہو رہا ہو، اور اپنے اہل وعیال اور مال میں ٹھہرا ہوا ہو، یہ انصاف نہیں ہے، بیویوں سے کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں تم دونوں میں سے کسی کے عریش میں داخل نہ ہوں گا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے جا ملوں، بیویوں کو حکم دیا کہ فوراً زادِ راہ کا اہتمام کرو، چنانچہ دونوں نے حکم کی تعمیل کی۔ یہ کم وبیش دس بارہ دن کا سفر تھا، ان کا اونٹ لایا گیا، انہوں نے اس پر کجاوہ کسا، زادِ راہ رکھا، اونٹ کی مہار پکڑی اور تبوک کی راہ لی۔ حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ کی خوش قسمتی کہ دورانِ سفر انہیں راستے میں عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ مل جاتے ہیں، وہ بھی کسی وجہ سے لیٹ ہو گئے تھے۔ اتنے لمبے سفر میں کوئی ساتھی مل جائے تو راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں منزلوں پر منزلیں مارتے جلد از جلد تبوک کی طرف سفر کر رہے تھے۔

ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ کے دل میں ایک کسک تھی، انہیں اپنی غلطی کا احساس تھا کہ میں مدینہ طیبہ سے اسلامی لشکر کے ساتھ کیوں نہیں نکلا؟ تبوک کے قریب پہنچے تو اپنے ہم راہی سیدنا عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: بھائی! میں نے ایک گناہ کا کام کیا ہے، میری خواہش ہے کہ میں اکیلا ہی بارگاہ نبوی میں حاضری دوں، لہذا آپ سے گزارش ہے کہ آپ تھوڑا سا پیچھے رہ جائیں، میرے بعد آپ حاضری دیں۔ سیدنا عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے ان کی بات مان لی اور تھوڑا پیچھے رہ گئے۔ ابو خیثمہ کے ذہن

میں تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ تاخیر کی وجہ سے میری سرزنش کریں گے، مجھے ڈانٹ پڑے گی، لہذا مجھے اکیلے میں بارگاہ رسالت مآب میں پہنچنا چاہیے۔ ادھر اللہ کے رسول ﷺ تبوک پہنچ کر پڑاؤ ڈال چکے ہیں، صحابہ کرام نے دیکھا کہ دور سے کوئی سوار آرہا ہے۔

آپس میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ کون ہو سکتا ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے جب اپنے ساتھیوں کی زبانی سنا کہ ایک سوار آرہا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " كُنْ أَبَا خَيْثَمَةَ ابو خیثمہ ہی ہو۔ (یہ ایک عربی اسلوب ہے جس کا معنی ہے: آنے والا اللہ نے چاہا تو ابو خیثمہ ہی ہو گا)

اللہ کے رسول ﷺ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ نکلے، ادھر وہ سوار اور قریب آگیا۔ صحابہ کرام نے دیکھا، ان کو پہچان لیا۔ اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کی کہ اللہ کے رسول آنے والا ابو خیثمہ ہی ہیں۔ ادھر ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا تو بڑے شوق اور محبت سے تیز قدموں سے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آکر سلام عرض کیا۔ ادھر اللہ کے رسول ﷺ ان کی آمد کی خوشی میں فرمارہے ہیں اولی لک یَا أَبَا خَيْثَمَةَ ابو خیثمہ تمھارا آنا ہی بہتر تھا۔

ابو خیثمہ نے اللہ کے رسول ﷺ کو سارے حالات کہہ سنائے کہ وہ کیونکر تاخیر کا شکار ہوئے؟ کس طرح ان کی بیویوں نے ان کے استقبال کی تیاریاں کر رکھی تھیں؟ سفر کی صعوبتیں، سفر میں کتنے دن لگے اور کیسے وہ یہاں پہنچے۔ اللہ کے رسول ﷺ اپنے ساتھی کی پر خطر داستان کو سنتے ہیں تو اپنے مبارک ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا لیتے ہیں اور ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ کے لیے خیر اور بھلائی کی دعا مانگتے ہیں۔

تقلید:

حقیقی محبت انسان کو محبوب کا عکس اور امن تو شدم کی تصویر بنا دیتی ہے۔ ہر چھوٹی بڑی سنت۔ سنن ھدی ہو یا زائد و مطلوب بن جاتی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور سلطنت روم کے درمیان جنگ بندی کا ایک معاہدہ ہوا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صلح کی مدت کے دوران ہی فوجوں کو سرحد کی طرف روانہ کرنا شروع کر دیا.... مقصد یہ تھا کہ جونہی صلح کی مدت ختم ہو گی فوراً حملہ کر دیا جائے گا رومی حکام اس خیال میں ہوں گے کہ ابھی تو مدت ختم ہوئی ہے۔

اتنی جلدی مسلمانوں کا ہم تک پہنچنا ممکن نہیں، اس لئے وہ حملہ کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے اور اس طرح فتح آسان ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جیسے ہی مدت پوری ہوئی آپ نے فوراً پوری قوت سے رومیوں پر یلغار کر دی۔ ظاہر ہے کہ رومی اس ناگہانی حملے کی تاب نہ لا سکے اور پسپا ہونے لگے عین اسی حالت میں جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر فتح کی اُمنگیں دل میں لئے آگے بڑھ رہا تھا۔

پیچھے سے ایک شہسوار آتا دکھائی دیا جو پکار پکار کر یہ کہہ رہا تھا کہ "اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر بر وفاء لا غدر" (اللہ اکبر اللہ اکبر مومن کا شیوہ وفا ہے غدر و خیانت نہیں) یہ شہسوار قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے میں یہ چیز غدر و خیانت نہیں تھی کیونکہ حملہ جنگ بندی کی مدت ختم ہونے کے بعد ہو رہا تھا۔

لیکن حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے

ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کا کسی قوم سے کوئی معاہدہ ہو تو وہ اس عہد کو نہ کھولے نہ باندھے (یعنی اس کے خلاف کوئی حرکت نہ کرے) تاوقتیکہ یا اس معاہدے کی مدت گزر جائے یا کھلم کھلا معاہدے کے اختتام کا اعلان کر دیا جائے۔

حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ اس حدیث کی رو سے جنگ بندی کے دوران جس طرح حملہ کرنا ناجائز ہے اسی طرح دشمن کے خلاف فوجیں لے کر روانہ ہونا بھی جائز نہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے وہ مرحلہ کس قدر نازک تھا اس کا اندازہ بھی شاید ہم آپ اس وقت نہ کر سکیں حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ کی نصیحت اور مطالبہ پر عمل کرنے سے بظاہر ان کی ساری اسکیم فیل ہو رہی تھی ان کا وہ منصوبہ پیوند زمین ہو رہا تھا جو انہوں نے نہ جانے کب سے سوچ رکھا ہو گا ساری فوج کے مشقت آمیز سفر کی محنت اکارت جا رہی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ لشکر کی فتح کی امنگیں مجروح ہو رہی تھیں.... لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سننے کے بعد ان تمام مصلحتوں کو قربان کر کے لشکر کو فوراً واپسی کا حکم دے دیا۔

اس وقت نہ کوئی حکمت و مصلحت آڑے آئی نہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی تاویل کا کوئی خیال آیا، بلکہ انہوں نے اپنے اس عظیم اقدام کو فوراً واپس لے لیا اور مفتوحہ علاقہ تک دشمن کے حوالے کر دیا۔ (مشکوۃ المصابیح باب الایمان۔) (حدیث نمبر: 1580 سنن ترمذی)

جذبہ: محبت کی توانائی انسان کے اندر جذبہ قربانی اور قوت مزاحمت پیدا کرتی ہے۔ اس کے ذریعے وہ ہر باطل کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے، کسی رکاوٹ اور دباؤ کو خاطر میں نہیں لاتا، اور اس راہ میں اپنا سب کچھ لٹانے کے لیے مستعد ہو جاتا ہے۔

جنت کی کھجور:

یثرب کی بستی کھجوروں کی بستی تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے بعد اب مدینہ

النبی کہلاتی تھی۔ اس میں ہر طرف مختلف باغات تھے۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے، ان کے مختلف مالکان تھے۔ انہی باغات میں ایک یتیم بچے کا باغ بھی تھا' اس کے ساتھ ایک دوسرے آدمی کا باغ تھا۔ کھجوروں کے درخت اس طرح آپس میں ملے ہوئے تھے کہ آندھی اور بارش میں کھجوریں نیچے گرپڑتیں تو آپس میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا کہ یہ کس درخت سے گری ہیں۔ یتیم نے سوچا۔ کیوں نہ میں دیوار بنا کر اپنے باغ کو علیحدہ کرلوں تاکہ ملکیت واضح ہو جائے، کسی قسم کا تنازع اور جھگڑا نہ کھڑا ہو چنانچہ اس نے دیوار بنانا شروع کی۔ جب اس نے دیوار بنانا شروع کی تو اس کے ہمسائے کی کھجور کا درخت درمیان میں حائل ہوگیا۔ دیوار اس صورت میں سیدھی ہوتی تھی جب یہ درخت اس کو مل جاتا۔ وہ یتیم بچہ اپنے ہمسائے کے پاس گیا اور کہا: آپ کے باغ میں بہت ساری کھجوریں ہیں۔ میں دیوار بنا رہا ہوں آپ کی ملکیت میں ایک کھجور راستے کی رکاوٹ بن رہی ہے۔ یہ کھجور مجھے دے دیں تو میری دیوار سیدھی ہو جائے گی، مگر اس شخص نے انکار کر دیا۔ اس بچے نے کہا: اچھا آپ مجھ سے اس کی قیمت لے لیں تاکہ میں اپنی دیوار سیدھی کرلوں۔ اس نے کہا: میں اسے بیچنے پر بھی تیار نہیں۔ یتیم نے خوب اصرار کیا، ہمسائیگی کا واسطہ دیا، مگر اس پر دنیا سوار تھی۔ اسے نہ یتیمی کا لحاظ تھا نہ ہمسائیگی کا پاس۔ یتیم نے کہا: کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنی دیوار نہ بناؤں' اس کو سیدھا نہ کروں؟ ہمسائے نے کہا: یہ تمہارا معاملہ ہے، تم جانو اور تمہارا کام جانے! تمہاری دیوار سیدھی رہے یا ٹیڑھی، مجھے اس سے کوئی غرض نہیں مگر میں کھجور کا درخت فروخت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یتیم جب اس سے مکمل مایوس ہو گیا تو خیال آیا کہ مدینہ طیبہ میں ایک ایسی شخصیت بھی ہیں کہ اگر وہ سفارش کر دیں تو میرا کام بن سکتا ہے۔ دل میں خیال آتے ہی قدم مسجدِ نبوی کی جانب اٹھ گئے۔

یہ قصہ باعثِ تعجب ہے کہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ سے کس قدر محبت تھی

اور آپ کے الفاظ کا کس قدر پاس تھا۔ وہ یتیم بچہ جب مسجد نبوی میں آیا تو سیدھا اللہ کے رسول کے پاس پہنچا' عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا باغ فلاں آدمی کے باغ سے ملا ہوا تھا۔ میں ان کے درمیان دیوار بنا رہا ہوں مگر دیوار اس وقت تک سیدھی نہیں بنتی جب تک راستے میں ایک کھجور میری ملکیت نہ بن جائے۔ میں نے اس کے مالک سے عرض کی کہ وہ مجھے فروخت کر دے' میں نے اس کی خوب منت سماجت کی مگر اس نے انکار کر دیا ہے۔ اللہ کے رسول! میری اس سے سفارش کر دیں کہ وہ مجھے کھجور کا درخت دیدے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ! اس آدمی کو بلا کر لے آؤ۔ وہ یتیم اس شخص کے پاس گیا اور کہا: اللہ کے رسول تمہیں بلا رہے ہیں۔ وہ شخص مسجدِ نبوی میں آیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: تمہارا باغ اس یتیم کے باغ سے ملا ہوا ہے، یہ یتیم بچہ دیوار بنا کر اپنے باغ کو تمہارے باغ سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ تمہارا کھجور کا ایک درخت اس کی راہ میں رکاوٹ ہے' تم ایسا کرو کہ اپنے بھائی کو یہ درخت دے دو۔ اس شخص نے کہا: میں تو نہیں دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر فرمایا: اپنے بھائی کو یہ درخت دے دو! اس نے کہا: جی میں نہیں دے سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بار پھر فرمایا: اپنے بھائی کو کھجور کا درخت دے دو، میں تمہیں جنت میں کھجور کے درخت کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس شخص نے اتنی بڑی پیشکش سننے کے باوجود کہا: نہیں' میں کھجور نہیں دوں گا۔ آپ اب خاموش ہو گئے، اس سے زیادہ آپ اس کو کیا کہہ سکتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموشی سے ساری گفتگو سن رہے ہیں۔ حاضرین مجلس میں سیدنا ابو دحداح رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ مدینے میں ان کا بڑا خوبصورت باغ تھا۔ 600 کھجور کے درختوں پر مشتمل باغ اپنے پھل کے سبب بڑا مشہور تھا۔ اس باغ کی کھجوریں اعلیٰ قسم کی شمار ہوتی تھیں، منڈی میں ان کی بڑی شہرت تھی۔ مدینے کے بڑے بڑے تاجر اس بات کی حسرت اور خواہش کرتے تھے کہ کاش! یہ باغ ان کی ملکیت ہوتا۔ سیدنا ابو دحداح رضی اللہ عنہ نے اس باغ کے وسط میں اپنا

خوبصورت سا گھر تعمیر کر رکھا تھا۔ بیوی اور بچوں کے ساتھ وہیں رہائش پذیر تھے۔ میٹھے پانی کے کنویں نے اس باغ کی اہمیت کو اور زیادہ بڑھا دیا تھا۔ ابو دحداح رضی اللہ عنہ نے جب اللہ کے رسول کی پیشکش کو سنا تو دل میں خیال آیا کہ اس دنیا کا کیا ہے؟ آج نہیں تو کل مرنا ہے اور پھر ہمیشہ کی زندگی، عیش و آرام یا دکھوں اور آلام کی زندگی ہو گی۔ اگر جنت میں ایک کھجور کا درخت مجھے مل جائے تو کیا کہنے! وہ آگے بڑھے اور کہا: اللہ کے رسول! یہ جو پیش کش آپ نے کی ہے، صرف اسی شخص کے لیے ہے یا اگر میں اس آدمی سے اس کھجور کے درخت کو خرید کر اس یتیم بچے کو دے دوں تو مجھے بھی جنت میں کھجور کا درخت ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں تمہارے لیے بھی جنت میں کھجور کی ضمانت ہے''۔ اب ابو دحداح رضی اللہ عنہ سوچنے لگے کہ ایسی کون سی چیز ہے جو میں اس شخص کو دے کر اس سے وہ کھجور کا درخت خرید لوں اور پھر اس یتیم کو دے دوں۔ پھر اچانک ہی ایک عجیب و غریب فیصلہ کیا۔ وہ اس آدمی سے مخاطب ہوئے، کہا: سنو! تم میرے باغ سے واقف ہو جس میں 600 کھجوروں کے درخت، گھر اور کنواں ہے۔ اس نے کہا: مدینے میں کون ہو گا جو اس باغ کو نہ جانتا ہو! کہا: تم ایسا کرو کہ میرا سارا باغ اس ایک کھجور کے درخت کے بدلے میں لے لو۔ اس آدمی کو اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا۔ اس نے مڑ کر ابو دحداح رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا: پھر لوگوں کی طرف دیکھا۔ سن رہے ہو، ابو دحداح کیا کہہ رہا ہے؟ ابو دحداح رضی اللہ عنہ نے پھر اپنی بات کو دہرایا، لوگوں کو اس پر گواہ بنایا چنانچہ اس ایک کھجور کے درخت کے بدلے میں اپنا سارا باغ، کنواں اور گھر اس آدمی کے حوالے کر دیا۔ جب اس کھجور کے درخت کے مالک بن گئے تو اس یتیم بچے سے کہا: آج کے بعد وہ کھجور کا درخت تمہارا ہے۔ میں نے تم کو تحفے میں دے دیا ہے۔ اب اپنی دیوار سیدھی بنائیو۔ اب تمہارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو گی۔ اس کے بعد انہوں نے اللہ کے رسول کی طرف رخ کر کے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اب میں جنت میں کھجور کے

درخت کا مستحق ہو گیا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا: كَمْ مِنْ عِذْقٍ رَدَاحٍ لِأَبِي الدَّحْدَاحِ فِي الْجَنَّةِ۔ ”ابو دحداح کے لیے جنت میں کھجوروں کے کتنے ہی جھنڈ ہیں۔“

ابو دحداح رضی اللہ عنہ گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دیتے ہیں: ام دحداح! بیوی کہتی ہے: آپ باہر کیوں رک گئے ہیں، اندر کیوں نہیں آتے؟ دوبارہ آواز آئی: ام دحداح! اہلیہ بولیں: حاضر اے ابو دحداح! فرمایا: اس باغ سے بچوں سمیت باہر نکل آؤ، میں نے اس کو فروخت کر دیا ہے۔ ام دحداح رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ نے اس کو بیچ دیا ہے۔ کس کو فروخت کیا ہے، کون خریدار ہے، کتنے میں؟ فرمایا: میں نے اس کو جنت میں ایک کھجور کے درخت کے بدلے میں فروخت کر دیا ہے۔ ام دحداح رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ اکبر! رَبِحَ الْبَيْعُ يَا أَبَا الدَّحْدَاحِ ”ابو دحداح! آپ نے بڑا ہی منافع بخش سودا کیا ہے۔“

انھوں نے کہا: اب باغ میں داخل نہ ہونا۔ بڑا ہی فائدہ مند سودا ہوا ہے، جنت میں ایک درخت، جس کے نیچے گھڑ سوار 70 برس چلتا رہے تو اس کا سایہ ختم نہ ہو۔ ام دحداح نے بچوں کو پکڑا، ان کی جیبوں کو ٹٹولا، جو کچھ ان میں تھا ان کو نکالا، کہا: اب یہ رب کا ہو گیا ہے ہمارا نہیں، اور خالی ہاتھ باغ سے باہر نکل آئیں۔ ابو دحداح رضی اللہ عنہ اور ام دحداح رضی اللہ عنہا کا یہ اقدام، یہ کارنامہ کوئی معمولی نہیں۔ اللہ کے رسول کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے اپنی سب سے قیمتی چیز کو رب کی راہ میں لٹا دیا۔ اپنے آباد گھر، باغ، کنویں کو چھوڑا اور ہمارے لیے مثالیں قائم کر گئے۔ اسے کہتے ہیں: حقیقی محب، محبِ صادق، اللہ کے رسول سے محبت کرنے والے۔ ابو دحداح رضی اللہ عنہ اور ام دحداح رضی اللہ عنہا! آپ دونوں پر اللہ کی رحمتوں کی بارش ہو۔ آپ نے کتنی بڑی قربانی اور ایثار کا مظاہرہ کیا۔ بلاشبہ آپ کا یہ کارنامہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا گیا۔

(حدیث نمبر: 3403 سلسلہ احادیث صحیحہ)

اسلام کے پہلے سفیر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اور عاشق صادق حضرت مصعب بن عمیر تھے۔ جو ایک امیر و کبیر گھرانے کے فرد تھے مگر انہوں نے قبول اسلام کے بعد شہزادگی چھوڑ کر درویشی اختیار کرلی تھی۔ ایک دن رسول اللہ نے دیکھا مصعب بن عمیر اس حال زار میں آپ کی مجلس میں آئے ہیں کہ پیوند شدہ کپڑوں میں ناکیاں بھی چمڑے کی لگی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو سر جھکا لئے کیونکہ وہ بھی مصعب کی کوئی مدد کرنے سے معذور تھے انہوں نے آکر سلام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلی محبت سے وعلیکم السلام کہا اور اس صاحب ثروت نوجوان کی آسائش کا زمانہ یاد کر کے آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر مصعب کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ الحمد للہ دنیاداروں کو ان کی دنیا نصیب ہو۔ میں نے مصعب کو اس زمانے میں بھی دیکھا ہے جب شہر مکہ میں ان سے بڑھ کر صاحب ثروت و نعمت کوئی نہ تھا۔ مگر خدا اور اس کے رسول کی محبت نے اسے آج اس حال تک پہنچایا ہے۔

اسلام کے پہلے مبلغ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے مکہ آئے تو ان کی محبت رسول کا ایک عجب نمونہ دیکھنے میں آیا۔ آپ مکہ پہنچتے ہی اپنی والدہ (جو اب اسلام کی مخالفت چھوڑ چکی تھیں) کے گھر جانے کی بجائے سیدھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں وہاں کے حالات عرض کئے۔ مدینہ میں سرعت کے ساتھ اسلام پھیلنے کی تفصیلی رپورٹ دی۔ حضور ان کی خوشکن مساعی کی تفاصیل سن کر بہت خوش ہوئے۔

ادھر مصعب رضی اللہ عنہ کی والدہ کو پتہ چلا کہ مصعب مکہ آئے ہیں اور پہلے ان کے پاس آکر ملنے کے بجائے رسول اللہ کے ہاں چلے گئے ہیں۔ انہوں نے بیٹے کو پیغام بھیجا کہ او بے وفا! تو میرے شہر میں آکر پہلے مجھے نہیں ملا۔ عاشق رسول مصعب رضی اللہ عنہ کا جواب بھی

کیسا خوبصورت تھا کہ اے میری ماں ! میں مکہ میں نبی کریم سے پہلے کسی کو ملنا گوارا نہیں کر سکتا۔(ابن سعد)

اُحد کے میدان میں مصعب نے جان کی قربانی دیکر اپنے عشق رسول پر مہر ثبت کر دی۔ مصعب اسلامی جھنڈے کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ جب ان کی نعش کے پاس پہنچے تو وہ چہرے کے بل گرے پڑے تھے۔ گو یادم واپسیں بھی اپنے مولی کی رضا پر راضی اور مسجد دوریز۔ حضور نے ان کی نعش کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فَمِنۡهُمۡ مَنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُۖ وَمَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِيۡلًا (سورۃ الاحزاب:24) ترجمہ: یعنی ان مومنوں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نیت کو پورا کر دیا۔ لڑتے لڑے مارے گئے) اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادہ میں کوئی تزلزل انہوں نے نہیں آنے دیا۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنے اس عاشق صادق کو مخاطب کر کے فرمایا" اے مصعب ! خدا کا رسول تم پر گواہ ہے کہ واقعی تم اس آیت کے مصداق اور ان مردان وفا میں سے ہو جنہوں نے اپنے وعدے پورے کر دکھائے۔ روز قیامت تم دوسروں پر گواہ بنائے جاؤ گے۔ پھر آپ نے اسلامی جھنڈے کے محافظ حضرت مصعب کو اس آخری ملاقات میں ایک اور اعزاز بھی بخشا۔ آپ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے میرے صحابہ ! مصعب" کی نعش کے پاس آکر اس کی زیارت کر لو اور اس پر سلام بھیجو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روز قیامت تک جو بھی ان پر سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔(رجال حول الرسول:29)

قدم ہوں راہ الفت میں تو منزل کی ہوس کیسی
یہاں تو عین منزل ہے تھکن سے چور ہو جانا

میری میرے نبی ﷺ سے محبت

آپ ﷺ اور آپ کی امت ایک دوسرے کے نصیبے میں آئے ہیں

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنا حظُّكُم من الأنبياء، وأنتم حظِّي من الأمم

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں انبیاء میں سے تمہارا حصہ ہوں اور تم امتوں میں سے میرا حصہ ہو۔

(حدیث نمبر: 3800 سلسلہ احادیث صحیحۃ)

میرے نبی ﷺ کی خصوصیات:

رسول اکرم ﷺ کو وہ خصوصیات حاصل ہیں جو اور کسی کو حاصل نہیں، ان میں سے بعض خصوصیات یہ ہیں:

1. خاتم النبیین

حضرت محمد ﷺ قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کیلئے نبی اور رسول ہیں اور آپ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں، سو آپ پوری نسلِ انسانیت کیلئے ہادی اور راہنما ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أَرۡسَلۡنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُونَ 28﴾

ترجمہ: ’’ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، مگر لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔‘‘

(سورہ السباء)

نیز فرمایا:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا

ترجمہ: "کہہ دیجئے! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔"

(سورہ الاعراف:158)

نیز فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ

"محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے۔"

(سورہ الاحزاب:40)

یعنی آپ پر نبوت ورسالت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے، اب آپ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعوی کرے گا وہ یقینی طور پر کذاب اور دجال ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

(إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ : هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ ؟ قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ،وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ)

ترجمہ: "میری اور مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص مکان بنائے، اس کی تعمیر نہایت خوبصورتی سے کرے اور اسے خوب

سجائے لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دے۔ پھر لوگ اس کا چکر لگائیں اور اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر حیران ہوں۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی کہیں کہ یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی! تو میں دراصل وہ آخری اینٹ ہوں اور اسی لحاظ سے خاتم النبیین ہوں۔"

(حدیث نمبر 5960 : کتاب الفضائل صحیح مسلم)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قصرِ نبوت میں رسول اللہ ﷺ آخری اینٹ کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کی بعثت کے بعد اس قصر میں کسی اضافے کی گنجائش نہیں رہی۔

2. میرے نبی کی چھ خصوصیات

رسول اللہ ﷺ اپنی بعض خصوصیات کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ :أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ،وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَّمَسْجِدًا،وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً،وَخُتِمَ بِي النَّبِيُّونَ)

ترجمہ: "مجھے چھ چیزوں کے ساتھ دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے: ایک یہ کہ مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں، دوسری یہ کہ رعب و دبدبہ کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے، تیسری یہ کہ میرے لئے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے، چوتھی یہ کہ زمین کو میرے لئے پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ اور مسجد بنایا گیا ہے، پانچویں یہ کہ مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور چھٹی یہ کہ میرے ذریعے سلسلۂ نبوت کو ختم کیا گیا ہے۔"

(أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب التيمم، حديث نمبر :335)

دوسری روایت میں فرمایا:

(أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي : كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً ، وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَلَمْ تُحَلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَيِّبَةً طَهُورًا وَّمَسْجِدًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ صَلَّى حَيْثُ كَانَ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَيْنَ يَدَيْ مَسِيرَةِ شَهْرٍ، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ)

ترجمہ: ’’مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: پہلی یہ کہ ہر نبی کو اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ مجھے ہر گورے اور کالے کی طرف بھیجا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ میرے لئے غنیمتوں کا مال حلال کیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں کیا گیا تھا۔ تیسری یہ کہ زمین کو میرے لئے پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ اور مسجد بنایا گیا ہے۔ لہذا جہاں کہیں نماز کا وقت ہو جائے انسان وہیں نماز ادا کر لے۔ چوتھی یہ کہ میں جب ایک ماہ کی مسافت پر دشمن سے دور ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ دشمن کے دل میں میرا رعب ودبدبہ بٹھا دیتا ہے۔ پانچویں یہ کہ مجھے (روزِ قیامت) شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔‘‘

(أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، 199/1، الرقم: 523

3. میرے نبی پر جھوٹ بولنا انتہائی سنگین جرم

نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ پر جھوٹ بولنا، یعنی کسی من گھڑت بات یا جھوٹے عمل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا انتہائی سنگین جرم اور کبیرہ گناہ ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

(إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)

ترجمہ: ”مجھ پر جھوٹ بولنا کسی عام آدمی پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے۔اور جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولتا ہے اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے۔“

(أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب الجنائز، باب مايكره من النياحة على الميت، 434/1، الرقم/1229)

لہٰذا کسی حدیث کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنے سے پہلے اس کے متعلق تحقیق کر لینا ضروری امر ہے، اگر وہ صحیح سند سے ثابت ہو تو اسے بیان کیا جائے ورنہ اسے بیان کرنے سے پرہیز کیا جائے۔ خاص طور پر اس دور میں تو اس بات کی اہمیت اور بھی زیادہ ہو گئی ہے کیونکہ جھوٹی اور من گھڑت احادیث زباں زدِ عام وخاص ہو چکی ہیں حتی کہ بعض کم علم لوگ فضائل اعمال میں ضعیف اور جھوٹی روایات کو بیان کرنا جائز تصور کرتے ہیں اور بڑے زور شور سے انھیں بیان کرتے ہیں۔

4. معصوم:

رسول اکرم ﷺ معصوم ہیں اور تبلیغِ رسالت میں غلطی سے پاک ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ * مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ * وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ * إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ *

ترجمہ: ”قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے کہ تمھارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ گمراہ ہیں اور نہ ٹیڑھی راہ پر۔ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں، وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔“

ان آیات سے ثابت ہوا کہ آنحضور ﷺ تبلیغِ رسالت میں معصوم ہیں اور یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح اور ثابت شدہ تمام فرامین اللہ تعالٰی کی وحی ہیں اور ان کی اتباع بھی اسی طرح ضروری ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اتباع ضروری ہے۔اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث بھی سنتا اسے حفظ کرنے کی نیت سے لکھ لیا کرتا تھا، لیکن قریش نے مجھے اس سے منع کیا اور انھوں نے کہا: تم جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنتے ہو اسے لکھ لیتے ہو حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک انسان ہیں۔اور کبھی آپ خوشی میں بات کرتے ہیں اور کبھی غصے میں ! تو میں نے لکھنا بند کر دیا، پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت مبارک سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

(اُكْتُبْ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ)

ترجمہ: ’’تم لکھتے رہو کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ! اس منہ سے حق بات کے علاوہ کوئی اور بات نہیں نکلتی۔‘‘

5. رسول اکرم ﷺ کی وہ خصوصیات جن کا تعلق روزِ قیامت سے ہے

ان میں سے چند ایک کا ذکر احادیث مبارکہ میں سماعت فرمایئے۔

1۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ)

ترجمہ: ''میں قیامت کے دن اولادِ آدم (علیہ السلام) کا سردار ہونگا۔ اور سب سے پہلے میری قبر کا منہ کھولا جائے گا۔ سب سے پہلے میں شفاعت کرونگا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔''

(أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب الفضائل، باب تفضيل نبينا على جميع الخلائق، 245/2، الرقم: 2278،)

2۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي، وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ، وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ، وَلَا فَخْرَ)

ترجمہ: ''میں روزِ قیامت اولادِ آدم کا سردار ہونگا اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ میرے ہاتھ میں ''الحمد'' کا جھنڈا ہوگا اور اس میں بھی کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ اس دن حضرت آدم (علیہ السلام) اور ان کے علاوہ دیگر تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے جمع ہونگے۔ سب سے پہلے میں شفاعت کرونگا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور اس میں بھی کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔''

(حدیث نمبر 3615 : سنن ترمذی)

3۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ)

ترجمہ: ”قیامت کے دن دوسرے تمام انبیاء کی نسبت سب سے زیادہ پیروکار میرے ہونگے اور سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔“

(حدیث نمبر 484 : صحیح مسلم)

4۔ مقامِ محمود: تمام اہلِ محشر کیلئے شفاعت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ فَأَكَلَهُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً , ثُمَّ قَالَ: " أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُونَ لِمَ ذَاكَ؟ يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ، وَتَدْنُو الشَّمْسُ مِنْهُمْ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَا لَا يُطِيقُونَ، وَلَا يَحْتَمِلُونَ، فَيَقُولُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ؟ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُولُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: عَلَيْكُمْ بِآدَمَ، فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ: أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا، فَيَقُولُ لَهُمْ آدَمُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ،

وَإِنَّهُ قَدْ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ، فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ: يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيهِ، أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا، فَيَقُولُ لَهُمْ نُوحٌ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ، فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ: يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ، وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ، فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَدْ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ، فَذَكَرَهُنَّ أَبُو حَيَّانَ فِي الْحَدِيثِ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُوسَى، فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُونَ: يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَضَّلَكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى الْبَشَرِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ، فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى عِيسَى، فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ: يَا عِيسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ، وَرُوحٌ مِنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ، فَيَقُولُ عِيسَى: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ

الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ، قَالَ: فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا فَيَقُولُونَ: يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ، وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَقَدْ غُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ، فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَخِرُّ سَاجِدًا لِرَبِّي، ثُمَّ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي، ثُمَّ يُقَالُ: "يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي"، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أُمَّتِي، يَا رَبِّ أُمَّتِي، يَا رَبِّ أُمَّتِي، فَيَقُولُ: "يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ"، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، وَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا اور کیا تمھیں پتہ ہے کہ ایسا کس طرح ہو گا؟ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کرے گا جہاں ایک منادی (پکارنے والے) کی آواز کو سب سن سکیں گے اور سب کو بیک نظر دیکھا جا سکے گا۔ سورج قریب آجائے گا اور لوگوں کے غم اور صدمے کا یہ عالم ہو گا کہ وہ بے بس ہو جائیں گے اور اپنی پریشانیوں کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہم سب کی

حالت کیا ہو رہی ہے ؟ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا عالم کیا ہے ؟ تو کیا تم کسی ایسے شخص کو نہیں ڈھونڈتے جو تمہارے رب کے ہاں تمھارے حق میں شفاعت کرے ؟ پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے : چلو آدم (علیہ السلام) کے پاس چلتے ہیں ، پھر ان کے پاس جا کر ان سے کہیں گے : اے آدم ! آپ ہمارے اور تمام انسانوں کے باپ ہیں ، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی روح سے روح پھونکی اور اس نے فرشتوں کو حکم دیا تو وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے ، آپ اپنے رب کے ہاں شفاعت کریں ، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری حالت کیا ہو رہی ہے ؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا کیا عالم ہے ؟ حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے : بے شک میرا رب آج اتنا غضبناک ہے جتنا پہلے کبھی نہ تھا اور نہ ہی پھر کبھی ہو گا ۔ اور اس نے مجھے درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا لیکن میں نے اس کی نافرمانی کی تھی ۔ (نَفْسِیْ نَفْسِیْ) آج تو مجھے اپنی ہی فکر لاحق ہے ، تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ اور میری رائے یہ ہے کہ تم نوح (علیہ السلام) کے پاس چلے جاؤ ۔ چنانچہ وہ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے : اے نوح ! آپ زمین پر اللہ کے پہلے رسول تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے شکر گزار بندہ قرار دیا ، آپ اپنے رب کے ہاں شفاعت کریں ، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری کیا حالت ہو رہی ہے ؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا کیا عالم ہے ؟ حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے : بے شک میرا رب آج اتنا غضبناک ہے جتنا پہلے کبھی نہ تھا اور نہ ہی پھر کبھی ہو گا ۔ اور میں نے اپنی قوم پر بد دعا کی تھی اس لئے (نَفْسِیْ نَفْسِیْ) آج تو مجھے اپنی ہی فکر لاحق ہے ، تم ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس چلے جاؤ ۔ چنانچہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے : اے ابراہیم ! آپ اللہ کے نبی اور تمام اہلِ زمین

میں سے آپ ہی اس کے خلیل تھے ،آپ اپنے رب کے ہاں شفاعت کریں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری حالت کیا ہو رہی ہے ؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا عالم کیا ہے ؟ حضرت ابراہیم □ جواب دیں گے : بے شک میرا رب آج اتنا غضبناک ہے جتنا پہلے کبھی تھا اور نہ پھر کبھی ہو گا۔ اور وہ (ابراہیم علیہ السلام) اپنی تین غلطیاں یاد کریں گے اور کہیں گے : (نَفْسِي نَفْسِي) آج تو مجھے اپنی ہی فکر لاحق ہے ، تم موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے : اے موسیٰ ! آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے ساتھ اور آپ کے ساتھ کلام کرکے دوسرے لوگوں پر فضیلت دی، آپ اپنے رب کے ہاں شفاعت کریں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری حالت کیا ہو رہی ہے ؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا عالم کیا ہے ؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے : بے شک میرا رب آج اتنا غضبناک ہے جتنا پہلے کبھی نہ تھا اور نہ ہی پھر کبھی ہو گا۔ اور میں نے ایک ایسی جان کو قتل کر دیا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا۔ (نَفْسِي نَفْسِي) آج تو مجھے اپنی ہی فکر لاحق ہے ، تم عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے کہیں گے : اے عیسیٰ ! آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے ماں کی گود میں لوگوں سے بات چیت کی، آپ اللہ کے کلمہ (کن) سے پیدا شدہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا تھا اور آپ اللہ تعالیٰ کی روح سے ہیں۔ تو آپ اپنے رب کے ہاں شفاعت کریں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری حالت کیا ہو رہی ہے ؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا عالم کیا ہے ؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے : بے شک میرا رب آج اتنا غضبناک ہے جتنا پہلے کبھی نہ تھا اور نہ ہی پھر کبھی ہو گا۔ اور انھیں اپنی کوئی غلطی یاد نہیں آئے

گی (مگر پھر بھی وہ کہیں گے): (نَفۡسِیۡ نَفۡسِیۡ) آج تو مجھے بس اپنی ہی فکر لاحق ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ تم محمد (ﷺ) کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ آئیں گے اور کہیں گے: اے محمد (ﷺ)! آپ اللہ کے رسول اور خاتم الأنبیاء ہیں اور آپ کی اگلی پچھلی خطائیں اللہ تعالیٰ نے معاف کر دی ہیں، آپ اپنے رب کے ہاں شفاعت کریں، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری حالت کیا ہو رہی ہے؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری پریشانی کا عالم کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں چل پڑوں گا اور عرش کے نیچے آکر اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھے شرحِ صدر عطا کرے گا اور مجھے اپنی حمد و ثناء کے ایسے ایسے الفاظ الہام کرے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر اس نے الہام نہیں کئے تھے، پھر کہے گا: (یَا مُحَمَّدُ، اِرۡفَعۡ رَأۡسَكَ، سَلۡ تُعۡطَهۡ، اِشۡفَعۡ تُشَفَّعۡ) اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور سوال کرو آپ کا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ اور آپ شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ چنانچہ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا: (یَا رَبِّ أُمَّتِیۡ أُمَّتِیۡ) اے میرے رب! میری امت (کو معاف کردے) میری امت (کو جہنم سے بچالے۔) کہا جائے گا: (أَدۡخِلِ الۡجَنَّةَ مِنۡ أُمَّتِكَ مَنۡ لَّا حِسَابَ عَلَيۡهِ مِنَ الۡبَابِ الۡأَيۡمَنِ مِنۡ أَبۡوَابِ الۡجَنَّةِ وَهُمۡ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيۡمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الۡأَبۡوَابِ) اے محمد! اپنی امت کے ہر اس شخص کو جو حساب و کتاب سے مستثنیٰ ہے جنت کے دائیں دروازے سے جنت میں داخل کردیں، یہ لوگ جنت کے باقی دروازوں سے بھی آنے جانے کے مجاز ہونگے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک جنت کے ہر دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا مکہ مکرمہ اور ہجر کے درمیان یا مکہ مکرمہ اور بُصری کے درمیان ہے۔“

(حدیث نمبر 2434 : باب ما جاء فی الشفاعۃ سنن ترمذی)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنه يَقُوْلُ : إِنَّ النَّاسَ يَصِيْرُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُثًا، كُلُّ أُمَّةٍ تَتْبَعُ نَبِيَّهَا يَقُوْلُوْنَ : يَا فُلَانُ، اِشْفَعْ، يَا فُلَانُ، اِشْفَعْ، حَتَّى تَنْتَهِيَ الشَّفَاعَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَذَالِكَ يَوْمَ يَبْعَثُهُ اللهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”لوگ قیامت کے دن گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہونگے، ہر امت اپنے نبی کے پیچھے جائے گی اور کہے گی: اے فلاں! شفاعت کریں، اے فلاں! سفارش کریں یہاں تک کہ شفاعت کیلئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جائے گا۔ اور یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بَابُ قَوْلِهِ: {عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا} حدیث نمبر:4718)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي، وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ، قَالَ: فَيَفْزَعُ النَّاسُ ثَلَاثَ فَزَعَاتٍ، فَيَأْتُونَ آدَمَ، فَيَقُولُونَ: أَنْتَ أَبُونَا آدَمُ فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، فَيَقُولُ: إِنِّي أَذْنَبْتُ ذَنْبًا أُهْبِطْتُ مِنْهُ إِلَى الْأَرْضِ، وَلَكِنِ ائْتُوا نُوحًا، فَيَأْتُونَ نُوحًا، فَيَقُولُ: إِنِّي دَعَوْتُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ دَعْوَةً فَأُهْلِكُوا، وَلَكِنِ اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ، فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ، فَيَقُولُ:

إِنِّي كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْهَا كَذِبَةٌ إِلَّا مَا حَلَّ بِهَا عَنْ دِينِ اللَّهِ وَلَكِنِ ائْتُوا مُوسَى، فَيَأْتُونَ مُوسَى، فَيَقُولُ: إِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا، وَلَكِنِ ائْتُوا عِيسَى، فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُ: إِنِّي عُبِدْتُ مِنْ دُونِ اللَّهِ، وَلَكِنِ ائْتُوا مُحَمَّدًا، قَالَ: فَيَأْتُونَنِي فَأَنْطَلِقُ مَعَهُمْ، قَالَ ابْنُ جُدْعَانَ: قَالَ أَنَسٌ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَآخُذُ بِحَلْقَةِ بَابِ الْجَنَّةِ فَأُقَعْقِعُهَا، فَيُقَالُ: مَنْ هَذَا؟ فَيُقَالُ: مُحَمَّدٌ فَيَفْتَحُونَ لِي وَيُرَحِّبُونَ بِي، فَيَقُولُونَ: مَرْحَبًا، فَأَخِرُّ سَاجِدًا فَيُلْهِمُنِي اللَّهُ مِنَ الثَّنَاءِ وَالْحَمْدِ، فَيُقَالُ لِي: ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَقُلْ يُسْمَعْ لِقَوْلِكَ وَهُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ الَّذِي قَالَ اللَّهُ: عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا سورة الإسراء آية 79"

ترجمہ: حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں سارے انسانوں کا سردار ہوں گا، اور اس پر مجھے کوئی گھمنڈ نہیں ہے، میرے ہاتھ میں حمد) وشکر (کا پرچم ہوگا اور مجھے) اس اعزاز پر (کوئی گھمنڈ نہیں ہے۔ اس دن آدم اور آدم کے علاوہ جتنے بھی نبی ہیں سب کے سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، میں پہلا شخص ہوں گا جس کے لیے زمین پھٹے گی) اور میں برآمد ہوں گا (اور مجھے اس پر بھی کوئی گھمنڈ نہیں ہے"، آپ نے فرمایا)": قیامت میں لوگ تین مرتبہ شدید گھبراہٹ میں مبتلا ہونگے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: آپ ہمارے باپ ہیں، لہذا آپ اپنے رب کے ہاں ہمارے حق میں سفارش کریں۔ تو وہ کہیں گے

: میں نے ایک گناہ کیا تھا جس کی وجہ سے مجھے (جنت سے) زمین کی طرف اتار دیا گیا تھا، تم نوح (علیہ السلام) کے پاس چلے جاؤ۔ (تو وہ ان کے پاس جائیں گے اور ان سے شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے لیکن) وہ کہیں گے : میں نے اہلِ زمیں کے خلاف بد دعا کی تھی جس کی وجہ سے انھیں ہلاک کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا تم ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس چلے جاؤ۔ تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے (اور ان سے سفارش کرنے کی التجا کریں گے لیکن) وہ کہیں گے : میں نے تین جھوٹ بولے تھے اس لئے تم موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ۔ تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے لیکن وہ کہیں گے : میں نے ایک جان کو قتل کیا تھا، لہٰذا تم عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ۔ تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے لیکن وہ کہیں گے : اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری عبادت کی گئی تھی اس لئے تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس چلے جاؤ۔ تو وہ میرے پاس آجائیں گے اور میں ان کے ساتھ چل پڑوں گا۔ (حدیث نمبر 3148 : سنن ترمذی)

ابن جدعان کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا : میں گویا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا تھا جب آپ فرما رہے تھے : " میں جنت کے دروازے پر آکر دروازہ کھٹکھٹاؤں گا، پوچھا جائے گا : کون ہے ؟ تو کہا جائے گا : محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں، لہٰذا وہ میرے لئے دروازہ کھول دیں گے اور مجھے خوش آمدید کہیں گے، پھر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ مجھے حمد و ثناء کے الفاظ الہام کرے گا، پھر کہا جائے گا:

(اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، وَقُلْ يُسْمَعْ لِقَوْلِكَ)

ترجمہ : اپنا سر اٹھایئے اور سوال کیجئے آپ کا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ اور شفاعت

کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اور آپ بات کیجئے آپ کی بات سنی جائے گی۔

اور یہی ہے وہ مقامِ محمود جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

(عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا)

نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق کون؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا: لوگوں میں سب سے زیادہ وہ کون خوش نصیب ہو گا جس کے حق میں روزِ قیامت آپ شفاعت کریں گے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا:

(لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَّا يَسْأَلَنِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَحَدٌ أَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ: مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قِبَلِ نَفْسِهِ)

ترجمہ: ''اے ابو ہریرہ! مجھے یقین تھا کہ اس بارے میں تم ہی سوال کرو گے کیونکہ تمھیں احادیث سننے کا زیادہ شوق رہتا ہے۔ (تو سنو) قیامت کے دن میری شفاعت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہو گا جس نے اپنے دل کی گہرائیوں سے لا إله إلا الله کہا۔''

(صحیح البخاري/کتاب العِلم/حدیث:99)

5۔ رسول اکرم ﷺ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ روزِ قیامت آپ ﷺ کو حوضِ کوثر عطا کیا جائے گا جس سے آپ ﷺ اپنے امتیوں کو پانی پلائیں گے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ

ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اچانک آپ ﷺ پر اونگھ طاری ہوگئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے اپنا سر اٹھایا۔ ہم نے پوچھا: آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ سورت پڑھی:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ * فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ * إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ *

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ الکوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس پر خیرِ کثیر موجود ہے۔ اور وہ ایسا حوض ہے جس پر میری امت کے لوگ قیامت کے دن آئیں گے، اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کے برابر ہے۔ پھر کچھ لوگوں کو پیچھے دھکیلا جائے گا۔ میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ تو میرے امتی ہیں! کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئے کام ایجاد کئے تھے۔

(حدیث نمبر 894 : صحیح مسلم باب حُجَّةِ مَنْ قَالَ الْبَسْمَلَةُ آيَةٌ مِنْ أَوَّلِ كُلِّ سُورَةٍ سِوَى بَرَاءَةٌ)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! حوض کے برتن کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَآنِيَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ وَكَوَاكِبِهَا فِي اللَّيْلَةِ الْمُظْلِمَةِ الْمُصْحِيَةِ، آنِيَةُ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا لَمْ يَظْمَأْ آخِرَ مَا عَلَيْهِ، يَشْخَبُ فِيهِ مِيزَابَانِ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ، عَرْضُهُ مِثْلُ طُولِهِ، مَا بَيْنَ عَمَّانَ إِلَى أَيْلَةَ، مَاؤُهُ

أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ)

ترجمہ: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! اس کے برتن ان ستاروں سے زیادہ ہیں جو تاریک اور بے ابر (صاف) رات میں ہوتے ہیں، وہ جنت کے برتن ہیں، جو شخص ان سے پئے گا اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اس میں جنت کے دو میزاب بہہ رہے ہوں گے۔ جو شخص ایک بار اس پانی کو پی لے گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اس کی چوڑائی اس کی لمبائی کے برابر ہے جو اتنی ہے جتنی (عمان) اور (ایلہ) کے درمیان ہے۔ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔''

(حدیث نمبر 2445 : سنن ترمذی)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(حَوْضِي مَسِيرَةُ شَهْرٍ، وَزَوَايَاهُ سَوَاءٌ، وَمَاؤُهُ أَبْيَضُ مِنَ الْوَرِقِ، وَرِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ، كِيزَانُهُ كَنُجُومِ السَّمَاءِ، فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَا يَظْمَأُ بَعْدَهُ أَبَدًا)

''ترجمہ: 'میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کے برابر لمبا ہے اور اس کے کنارے برابر ہیں (یعنی اس کی چوڑائی اس کی لمبائی کے برابر ہے۔) اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہے۔ اور اس کے آبخورے (برتن) آسمان کے ستاروں کی طرح بہت زیادہ ہیں۔ جو شخص اس پر آئے گا اور ایک بار اس میں سے پی لے گا وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہو گا۔''

(مسند احمد:6514)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(اَلْكَوْثَرُ نَهْرٌ فِي الْجَنَّةِ حَافَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ،وَمَجْرَاهُ عَلَى الدُّرِّ وَالْيَاقُوتِ،تُرْبَتُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ،وَمَاؤُهُ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَأَبْيَضُ مِنَ الثَّلْجِ)

ترجمہ:''الکوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کے کنارے سونے کے اور اسکے بہنے کے راستے موتیوں اور یاقوت کے ہیں،اس کی مٹی کستوری سے زیادہ اچھی ہے اور اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔''

(حدیث نمبر 2871 : سنن دارمی)

یہ تھیں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض خصوصیات۔آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ روزِ قیامت پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں ہمیں حوضِ کوثر کا پانی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔آمین

محسن اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احسان فراموشی کیوں؟

آپ نے احادیث اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیا اور آپ نے دیکھا کیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن رات امت کیلیے روتے تڑپتے اور مچلتے رہتے تھے اور آنسوؤں کی ندیوں سے گھنی داڑھی تو کیا کپڑے مبارک بھی تر ہو جاتے تھے۔آخر یہ کس کے لیے آہ و بکا تھی کیا اپنی جنت کی خاطر ہ نہیں نہیں، بلکہ جنت تو حضور صل اللہ علیہ وسلم پر خود عاشق ہے وہ تو خود کب سے تڑپ رہی ہے کہ کب میرا محبوب مجھے اپنی قدم بوسی کی سعادت سے نوازے گا اور جنت کی دہلیز پر سب سے پہلا قدم رکھنے والی شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہو گی جیسے حدیث میں آتا ہے۔

انا أَوَّلُ مَنۡ یُفۡتَحُ لَهُ بَابُ الۡجَنَّةِ۔

ترجمہ: کہ سب سے پہلا میں وہ شخص ہوں جس کے واسطے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

(مسند ابی یعلی ج12ص7)

پھر یہ آخر کس کے لیے اتنی آہ وبکا کی جارہی ہے

حالانکہ بیٹیاں بھی بخشی جاچکی تھیں، بیویاں بھی أَزۡوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمۡ کے تحت بخشی جاچکی تھیں

(پارہ 22 سورۃ احزاب آیت نمبر 6)

نواسے سَیِّدَا شَبَابِ أَهۡلِ الۡجَنَّةَ کے تحت بخشے جاچکے تھے،

(حدیث نمبر: 118 سنن ابن ماجہ)

عَشَرَةٌ فِي الۡجَنَّةِ

ترجمہ: عشرہ مبشرہ فی الجنۃ کے تحت بخشے جاچکے تھے۔

(حدیث نمبر: 3748 جامع الترمذی)

اھل بدر اعۡمَلُوا مَا شِئۡتُمۡ فَقَدۡ غَفَرۡتُ لَكُمۡ کے تحت بخشے جاچکے تھے۔

(حدیث نمبر: 3983 صحیح بخاری)

حدیبیہ والے لَقَدۡ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِينَ کے تحت بخشے جاچکے تھے۔

(پارہ 26 سورۃ الفتح آیت نمبر 18)

انصار اللهُمَّ اغۡفِرۡ لِلأَنۡصَارِ کے تحت بخشے جاچکے تھے۔ (بخاری ج2ص728)

حتی کہ تمام صحابہ وکُلًّا وَعَدَ اللهُ الحسنی کے تحت بخشے جاچکے تھے۔

(پارہ 27 سوہ حدید آیت نمبر 10)

پھر یہ آخر کس کے لیے اتنی آہ وبکا، بے قراریاں اور سکیاں تھیں؟ تو یہ صرف اور صرف اپنی امت کی خاطر دن رات رویا اور تڑپا جا رہا ہے۔ اور اتنا روتے کہ آنسوؤں کی لڑیاں ندیوں کی طرح بہہ رہی ہوتیں اور کئی دفعہ ان آنسوؤں کی ندیوں کو روکنے کے لیے اللہ کو جبرائیل علیہ السلام کو بھیجنا پڑا کہ جاؤ میرے محبوب کو پیغام دو۔ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ۔ (اے میرے پیغمبر کہیں) ایسا نہ ہو کہ ان (کافروں) پر افسوس کے مارے آپ کی جان ہی جاتی رہے۔

(سورہ فاطر آیت نمبر: 8)

کہیں فرمایا: مَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُه

کہ جس کسی نے کفر اپنا لیا آپ کو اس کا کفر صدمے میں نہ ڈالے۔

(پارہ 21 سورۃ القمان آیت نمبر 23)

کہیں فرمایا: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ اسفا اگر لوگ (قرآن کی) اس بات پر ایمان نہ لائیں تو ایسا لگتا ہے جیسے آپ افسوس کر کے ان کے پیچھے اپنی جان دے بیٹھیں گے۔ (پارہ 15 سورۃ کہف آیت نمبر 6)

کہیں فرمایا: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ

(پارہ 19 سورہ شعراء آیت نمبر 3)

شاید آپ اس غم میں اپنی جان ہلاک کیے جا رہے ہو کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ ہاتھ اٹھا کر اتنا روئے کہ اللہ کو جبرائیل علیہ السلام بھیجنا پڑا کہ جاؤ پوچھ کر آؤ الٹے مَا يُبْكِيك آپ کو کون سی چیز اتنا رلا رہی ہے؟

تو حضور ﷺ نے فرمایا ابکی علی امتی کہ میں اپنی امت کے غم میں رو رہا تو آخر اللہ کو کہنا پڑا اسنرضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ (کہ میرے نبی اتنا نہ روئیں ہم تجھ کو

تیری امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور تجھے نہیں بھولیں گے اور صاحب جلالین نے تو سورۃ الضحیٰ کی آیت وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيكَ رَبُّكَ فَتَرۡضَىٰ کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے: أَرْضِي وَوَاحِدٌ مِنْ أُمَّتِي فِي النَّارِ ایک امتی بھی میرا جہنم میں ہو تو بھلا میں راضی ہو سکتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنی امت پر اتنے احسانات ہیں کہ ان کو شمار میں لانا ہی مشکل ہے، اور اگر ساری دنیا کے محسنوں کے احسان بھی اکٹھے کر لیے جائیں تو تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا لیکن آج احسان فراموشی کی انتہا ہو گئی کہ جب اس محسن اعظم کے طریقوں کو اپنانے کی بات کی جائے تو آگے سے جواب ملتا ہے کہ فرائض پر ہی عمل ہو جائے تو بڑی بات ہے سنت کی تو خیر ہے، کرو تو ثواب ہے نہ کرو تو کوئی گناہ نہیں۔

یہ کون سے عدل وانصاف کے ترازو میں فیصلہ کیا جا رہا ہے؟ دنیا میں تو ہم پر اگر کوئی احسان کر دے تو ساری زندگی اس کے گن گاتے نہیں تھکتے اور صاحب احسان پر اگر مصیبت آجائے تو اس کے احسان کو یاد کرتے ہوئے جان کی بازی تک لگا دیتے ہیں اور جس محسن اعظم نے سب محسنوں سے بڑھ کر احسان کیسے آج ان کے احسان کا یہ صلہ دیا جا رہا ہے کہ ان کے طریقوں کو اپنانے کے بجائے یہ کہہ کر ٹالا جا رہا ہے کہ سنت ہی تو ہے کوئی بات نہیں۔ دنیا کے معاملے میں تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ چلو تھوڑے سے ہی پیسے ہیں کوئی بات نہیں تو پھر سنت کے ساتھ یہ معاملہ کیوں روا رکھا جا رہا ہے یہ احسان فراموشی نہیں تو اور کیا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں اپنی اور اپنے حبیب سید الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت واصحاب کی سچی اور کامل محبت نصیب فرما کر خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین

وہ جس کے لئے محفل کونین سجی ہے
فردوس بریں جس کے وسیلے سے بنی ہے
وہ ہاشمی مکّی مدنیُ العربی ہے
وہ میرا نبی، میرا نبی، میرا نبی ہے۔

احمد ہے محمد ہے وہی ختمِ رُسل ہے
مخدوم و مربّی ہے وہی والیِٔ کل ہے
اُس پر ہی نظر سارے زمانے کی لگی ہے
وہ میرا نبی، میرا نبی، میرا نبی ہے۔

والشمس ضحٰی چہرہ ء انور کی جھلک ہے
واللیل سجیٰ گیسوئے حضرت کی لچک ہے
عالم کو ضیاء جس کے وسیلے سے ملی ہے
وہ میرا نبی، میرا نبی، میرا نبی ہے۔

اللہ کا فرماں الم نشرح لک صدرک
منسوب ہے جس سے ورفعنا لک ذکرک
جس ذات کا قرآن میں بھی ذکر جلی ہے
وہ میرا نبی، میرا نبی، میرا نبی ہے۔

مُزّمل ویٰسین ومدّثر وطٰہٰ
کیا کیا نئے القاب سے مولا نے پکارا
کیا شان ہے اس کی کہ جو اُمّی لقبی ہے
وہ میرا نبی، میرا نبی، میرا نبی ہے۔

وہ ذات کہ جو مظہر لولاک لما ہے
جو صاحب رفرف شب معراج ہوا ہے
اسراء میں امامت جسے نبیوں کی ملی ہے
وہ میرا نبی، میرا نبی، میرا نبی ہے۔

کس درجہ زمانے میں تھی مظلوم یہ عورت
پھر جس کی بدولت ملی اسے عزت و رفعت
وہ محسن و غمخوار ہمارا ہی نبی ہے
وہ میرا نبی، میرا نبی، میرا نبی ہے۔

وہ اِن کا نبی، اُن کا نبی، ہم سب کا نبی ہے۔۔۔

صل اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کتابیات

(1)محبت رسول ﷺ حقیت تقاضے اور غلطیوں کی اصلاح مصنف ابو کلیم مقصود الحسن فیضی

(2)محبت رسول کی اہمیت وفضیلت مصنف مولنا نعمان صاحب

(3)حریص علیکم مصنف مفتی طارق امیر خآن

(4)حب رسول ﷺ اور صحابہ کرام مصنف حافظ محمد سعد اللہ

(5)نبی کریم ﷺ کی محبت کے اسباب مصنف پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی

(6)محبت رسول فرضیت اہمیت اور تقاضے مصنف عبداللہ ناصر مدنی

(7)محبت کے واقعات مصنف مفتی عبدالرحمن الکوثر

(8)تعظم اور عبادت مصنف علامہ طاہر القادری

(9)مشکاۃ المصابیح

(9)مسند احمد

(10)فہم دین کے تین بنیادی اُصول

(11)جامع ترمزی

(12)سیرت النبی شبلی

(13) صحیح بخاری

(14) صحیح مسلم

(15)حیاۃ الصحابہ

(15)سیرت انسائیکلوپیڈیا

(16)سنن ابی داؤد

(17)معارف الحدیث

(18)سنت نبویہ اور راہ اعتدال

(19)مہنامہ بینات جامعہ بنوری ٹاون کراچی

(20)اور مختلف ویب سائیڈز کے قلم کار مصنفین